

اُو لوگو کو یہیں نور خدا پاؤ گے۔ پلو بہتین طور شعلی کا بتایا ہمنے

رولوا و رلیج

یمنے دنیکے نامد اہس پر

جلد ۳ بابتہ ماہ شتمبر ۱۹۰۲ء نمبر ۹
فہرست مضامین

لکچر حضرت اقدسین علیہ الصلوٰۃ والسلام [اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب کا مقابلہ۔ ۲۸۹
حصہ دوم تقریر دوبارہ دعویٰ مسیح موعودؑ ۳۱۰-۳۲۸]

قاویان شعل گورداسپور سے ۲۰۔ ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ چند سالانہ اردو پرچہ عام

التماس ضروری

بغرض نقیل ارشاد حضرت اقدس

اُس تاکید مجسم ارشاد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جس میں اس سالہ کو اجرائی و شیوع کے اصل اغراض و مقاصد ظاہر کر کے اسلام کو جگہ مخالفین کے مہلک حملوں کی بادر صحر سے بچانے اور اسکے قالب مردہ میں روح حیات ڈالنے اور اہل اسلام میں دوبارہ روحانیت پیدا کرنے اور عوام الناس کی ضلالت اور جہالت کے خطرناک گرہے میں گرنے اور مخالفین کو دام تنزیہ محفوظ رکھنے کا ایک ریعہ قرار دیا گیا تھا۔ اسکے قیام و استحکام کے بارہین اعانت اشاعت رسالہ کی تھیں ایک سیغرض سوا بار بار پوچھ کر الفاظ میں کچھ زیادہ قلم فرسائی کرتے رہنا ہمارے نزدیک غیر ضروری اور محض تحصیل حاصل ہے کیونکہ تمام صادق علیہ السلام کے اپنی جماعت کو اپنے اس ارشاد میں جس قدر تاکید فرمائی ہے اور جس سے بڑھے ہوئے پر زور الفاظ میں اپنی پرجوش مخلصین کی خریداری کی جانب ملتفت کرنا چاہا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی پرہیز اور پریشوکت تاکید الفاظ نہیں مل سکتے جو اپنی جماعت کے بیدار کیسے معروض تحریر میں لائے جاویں۔ کیا اپنی جماعت کے مخلص پرجوش باہمت اجانب کے لئے حضرت اقدس کی جانب سے یہ کچھ کم تاکید الفاظ تھے کہ ”میں پورے زور و کشتیا اپنی جماعت کے مخلص جو اندرون کو اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہالت کے لئے ممکن ہو اپنی ہمت دکھلا دیں جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشا کی مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا“ حضرت اقدس نے صرف اپنی الفاظ میری اکتفا نہیں کی بلکہ اس رسالہ کی خریداری و مالی اعانت کی واسطے مکرر الفاظ ذیل میں تاکید فرمائی ہے کہ ”مہتین معلوم نہیں کہ اس وقت رحمت الہی اس میں کی تاکید میں جوش میں ہو واقعی وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جاوے گا کہ جو اپنی عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ ہمتیں جان توڑ کوشش کرو“ اپنی جماعت کو اس رسالہ کی اعانت کیلئے سخت تاکید فرماتے ہوئے اس ارشاد کی آخری سطور میں ظاہر فرمایا ہے کہ ”اگر بیعت کر لو الے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہو اس بارہ میں کوشش کریں تو سنہار خریدار کا پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کو لحاظ سے یہ تعداد خریداری بہت کم ہے“ اگرچہ حضرت اقدس کے اس تاکید پر ارشاد کے نکلنے پر ابتدائی تازہ جوش میں اپنی جماعت کے ہر طبقہ کے اجاباً حسب استطاعت اسکی مالی امداد اور اشاعت میں حتی الوسع بہت کچھ سعی فرمائی اور اپنے اخلاص مندی و ہمت کا ایک قابل تقلید نمونہ دکھلایا اور اسی کوشش کا ثمرہ ہے کہ تعداد خریداری نو سو پچیس ہوتا ہے یعنی سہ چند کے قریب ہو چکی ہے مگر کچھ عرصہ سے اپنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام اس ملک کے دوسرے مذاہب

حضرت مجدد الوقت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام کا لیکچر

اول میں اُس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے ایسی پُر امن گورنمنٹ کے سایہ میں ہمیں جگہ دی ہے جو ہمیں اپنی مذہبی اشاعت سے نہیں روکتی اور اپنے عدل اور داد گستری سے ہر ایک کاٹا ہماری راہ سے دور کرتی ہے سو ہم خدا کے شکر کے ساتھ اس گورنمنٹ کا بھی شکر کرتے ہیں۔ بعد اسکے اے معزز سامعین اس وقت میں اُن مذہبوں کی نسبت جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور جہاں تک مجھے طاقت ہے میں تہذیب کی رعایت سے بات کروں گا تاہم میں جانتا ہوں کہ طبعاً بعض انسانوں کو اُن سچائیوں کا سننا ناگوار معلوم ہوتا ہے جو انکے عقیدہ اور مذاہب کے مخالف ہوں سو یہ امر میرے اختیار سے باہر ہے کہ اس فطرتی نفرت کو دور کر سکوں بہر حال میں سچائی کے بیان میں بھی ہر ایک صاحب سے معافی چاہتا ہوں۔

اے معزز صاحبان مجھے بہت سے غور کے بعد اور نیز خدا کی متواتر وحی کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ اس ملک میں مختلف فرقے بکثرت پائے جاتے ہیں اور مذہبی اختلافات ایک سیلاب کی طرح حرکت کر رہے ہیں تاہم وہ امر جو اس کثرت اختلافات کا موجب ہے وہ درحقیقت ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر انسانوں کی اندر سے قوت روحانیت اور خدا ترسی کی کم ہو گئی ہے اور وہ آسمانی نور جسکے ذریعہ سے انسان حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے وہ قریباً بہت سے دلوں میں سو جاتا

نہ یہ لیکچر ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء کو ہر مذہب کے نمائندوں کے ہجوم میں بمقام لاہور ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا جو اہل انبیاء عام و خیرہ و غلامانہ وغیرہ کے حاضرین جلہ کا انعداد ذکر، بارہ ہزار سے بھی بڑھ کر تھی۔ حدود و جاسے باہر کی استادہ ناظرین مخلوق اس تحفہ کے علاوہ تھی۔

رہا ہے اور دنیا ایک دہریت کا رنگ پکڑتی جاتی ہے یعنی زبانوں پر تو خدا اور پریشور ہے اور دلوں میں ناشک مت کے خیالات بڑھتے جاتے ہیں اس بات پر یہ امر گواہ ہے کہ علمی حالتیں جیسا کہ چاہئے درست نہیں ہیں۔ سب کچھ زبان سے کہا جاتا ہے مگر عمل کے رنگ میں دکھلایا نہیں جاتا۔ اگر کوئی پوشیدہ راستہ ہے تو میں اس پر کوئی حکم نہیں کرتا مگر عام حالتیں جو ثابت ہو رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ جس غرض کے لئے مذہب کو انسان کے لازم حال کیا گیا ہے وہ غرض مفقود ہے دل کی حقیقی پاکیزگی اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور اس کی مخلوق کی سچی ہمدردی اور علم اور رحم اور انصاف اور فرد تنہا اور دوسرے تمام پاک اخلاق اور تقویٰ اور طہارت اور راستی جو ایک روح مذہب کی ہے اس کی طرف اکثر انسانوں کو توجہ نہیں۔ مقام افسوس ہے کہ دنیا میں مذہبی رنگ میں تو جنگ و جدل روز بروز بڑھتے جاتے ہیں مگر روحانیت کم ہوتی جاتی ہے۔ مذہب کی اصلی غرض اس سچے خدا کا پھیلنا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے۔ اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق ہے اور اکثر لوگ دہریت مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی شناخت بہت کم ہو گئی ہے اسی وجہ سے زمین پر دن بدن گناہ کرنے کی دلیری بڑھتی جاتی ہے کیونکہ یہ یہی بات ہے کہ جس چیز کی شناخت نہ ہو نہ اس کا قدر دل میں ہوتا ہے اور نہ اس کی محبت ہوتی ہے اور نہ اس کا خوف ہوتا ہے تمام اقسام خوف اور محبت اور قدر دانی کے شناخت کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آج کل دنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے اور سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اسکے پہچان کے وسائل بہت سے اس میں موجود ہوں تا انسان گناہ سے رُک سکے اور تا وہ خدا تعالیٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پا کر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے۔ یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں بچو ہو جانا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہشیں جو خدا کی رضا مندی کے مخالف ہیں ”نہج“ کی آگ میں اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی سے مگر اس جگہ سوال ہے کہ اس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو۔ اسکے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کر دیتے

لئے بڑے زور سے بہ رہا ہے اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ لوہے کو لوہے کے ساتھ ہی توڑ سکتے ہیں یہ امر زیادہ دلائل کا محتاج نہیں کہ قدر دالی اور محبت اور خوف یہ سب امور معرفت یعنی پہچاننے سے ہی پیدا ہوتے ہیں اگر ایک بچہ کے ہاتھ میں مثلاً ایک ایسا لکڑا ہیسرے کا دیا جائے جسکی گتھی کروڑ روپیہ قیمت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اس کی اسی حد تک قدر کرے گا جیسا کہ ایک کھلونے کی قدر کرتا ہے اور اگر ایک شخص کو اس کی لاعلمی کی حالت میں شہد میں زہر ملا کر دیا جائے تو وہ اسے شوق سے کھا بیٹگا اور یہ نہیں سمجھے گا کہ اس میں میری موت ہے کیونکہ اسکو ایسے شہد کی معرفت نہیں لیکن تم دانستہ ایک سانپ کے سوراخ میں ہاتھ ڈال نہیں سکتے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ایسے کام سے مرنے کا اندیشہ ہے ایسا ہی تم ایک ہالہل زہر کو دیدہ و دانستہ کھا نہیں سکتے کیونکہ تمہیں یہ معرفت حاصل ہے کہ اس زہر کے کھانے سے تم مر جاؤ گے۔ پھر کیا سبب ہے کہ اس موت کی تم کچھ بھی پروا نہیں کرتے کہ جو خدا کے حکم کے توڑنے سے تم پر وارد ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اسکی ہی سبب ہے کہ اس جگہ تمہیں ایسی معرفت بھی حاصل نہیں جیسا کہ تمہیں سانپ اور زہر کی معرفت حاصل ہے یعنی ان چیزوں کی پہچان ہے یہ بالکل یقینی ہے اور کوئی منقطع اس حکم کو توڑ نہیں سکتی کہ معرفت تمام انسان کو ان تمام کاموں سے روکتی ہے جن میں انسان کے جان یا مال کا نقصان ہو اور ایسے رکنے میں انسان کسی کھانا کا محتاج نہیں کیا یہ سچ نہیں کہ بد معاش لوگ بھی جو جراثیم کے عادی ہوتے ہیں ہزاروں ایسے نفسانی جذبات سے دست کش ہو جاتے ہیں جن میں وہ یقیناً جلتے ہیں کہ دست بدست کپڑے چائیے اور سخت سزا میں دی جائیں گی اور تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگ روز روشن میں ایسے دکاؤں کے لوتنے کے لئے حملہ نہیں کر سکتے جن میں ہزار ہا روپے کھلے پڑے ہیں اور ان کے رستے پر بیسیوں پولیس کے سپاہی ہتھیاروں کے ساتھ دورہ کر رہے ہیں پس کیا وہ لوگ چوری یا استحصال بالجبر سے اسلئے رکتے ہیں کہ کسی کفارہ پر ان کو نجات ایمان ہے یا کسی صلیبی عقیدہ کا ان کے دلوں پر رعب ہے۔ نہیں بلکہ محض اسلئے کہ وہ پولیس کی کالی کالی وردیوں کو پہچانتے ہیں اور انکی تلواروں کی چمک سے ان کے دلوں پر لرزہ پڑتا ہے اور انکو اس بات کی معرفت تمامہ حاصل ہو کہ وہ دست درازی سے ماخوذ ہو کر معا جلیانہ میں بھیجے جائینگے اور اس اصول پر صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی پابند ہیں ایک حملہ کرنے والا شیر جلتی ہوئی آگ میں اپنے تئیں نہیں ڈال سکتا گو کہ اسکے دوسرے طریق ایک شکار بھی موجود ہو اور ایک بھڑیا ایسی بکری پر حملہ نہیں کر سکتا جسکے سر پر مالک اسکا معاد ایک بھری ہوئی بندوق اور پیچی ہوئی

میتا یا کسی کی حالت میں صرف ایک نقطہ سے میرا ب ہو سکتے ہو۔

تاوار کے کھڑا ہے۔ پس لے پیار و ایہ نہایت سچا اور آزمودہ فلسفہ ہے کہ انسان گناہ سے
 بچنے کے لئے معرفتِ تامہ کا محتاج ہے نہ کسی کفارہ کا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر نوح کی قوم
 کو وہ معرفتِ تامہ حاصل ہوتی جو کامل خوف کو پیدا کرتی ہے تو وہ کبھی غرق نہ ہوتی اور اگر
 لوط کی قوم کو وہ پہچان بخشی جاتی تو انہیں بچہ نہ برستے۔ اور اگر اس ملک کو ذاتِ الہی کی وہ شناخت
 عطا کی جاتی جو بدن پر خوف سے لرزہ ڈالتی ہے تو اس پر طاعون سے وہ تباہی نہ آتی جو آگئی۔
 مگر ناقص معرفت کوئی فائدہ پہنچا نہیں سکتی۔ اور نہ اسکا نتیجہ جو خوف اور محبت ہے کامل ہو سکتا
 ہے۔ ایمان جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور محبت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور خوف جو
 کامل نہیں وہ بے سود ہے اور معرفت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ اور ہر ایک غذا اور تربیت
 جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ کیا تم بھوک کی حالت میں صرف ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو پس
 اے سست ہمتو! اور طلب حق میں کاملو! تم تھوڑی معرفت سے اور تھوڑی محبت سے اور
 تھوڑے خوف سے کیونکر خدا کے بڑے فضل کے امیدوار ہو سکتے ہو۔ گناہ سے پاک کرنا خدا
 کا کام ہے اور اپنی محبت سے دل کو پُر کر دینا اسی قادر و توانا کا فعل ہے اور اپنی عظمت
 کا خوف کسی دل میں قائم کرنا اسی جناب کے ارادہ سے وابستہ ہے اور قانونِ قدرتِ قدیم
 سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفتِ کاملہ کے بعد ملتا ہے خوف اور محبت اور قدرتِ دہانی کی
 جڑہ معرفتِ کاملہ ہے۔ پس جبکو معرفتِ کاملہ دی گئی اسکو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی اور جبکو
 خوف اور محبت کامل دی گئی اسکو ہر ایک گناہ سے جو دنیا کی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس
 ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور کسی صلیب کے حاجت مند اور کسی کفارہ
 کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے
 جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں
 نام اسلام ہے۔ اسلام کے معنی ہیں فوج ہونیکے لئے گردن آگے رکھ دینا۔ یعنی کامل رضا
 کے ساتھ..... اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت
 کی روح اور تمام احکام کی جان ہے فوج ہونیکے لئے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن
 آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے
 پس اسلام کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت
 اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ضرورت۔ اسی کی طرف خدا تعالیٰ تورات میں
 میں اشارہ فرماتا ہے۔ **لن نیال السدحو مہا ولا دماء ولا کن نیالہ التقوے منکم۔**
 یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے لئے کھینچ سکتے ہیں اور نہ خون بلکہ صرف یہ

قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔
اب جاننا چاہئے کہ مذہب اسلام کے تمام احکام کی اصل غرض یہی ہے کہ جو
حقیقت لفظ اسلام میں مخفی ہو، کو اس تک پہنچایا جائے اسی غرض کے لحاظ سے
قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی
ہیں۔ کہیں اس کے حسن و جمال کو دکھاتی ہیں اور کہیں اسکے احسانوں کو یاد
دلاتی ہیں کیونکہ کسی کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے دل میں بیٹھتی ہے اور یا
احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے
واحد لاشریک ہے کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔ وہ جمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور
منظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدا ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیوض
اور مالک ہے تمام جزائز کا۔ اور مرجع ہے تمام امور کا۔ اور نزدیک ہے باوجود
دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اوپر ہے مگر ہمیں کہہ سکتے
کہ اسکے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ مگر
ہمیں کہہ سکتے کہ اس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک
چیز اسکے ساتھ زندہ ہے۔ وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اسکے ساتھ
قائم ہے۔ اس نے ہر ایک چیز کو اکٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اس کو اکٹھا
رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اسکے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اسکے بغیر خود بخود جی سکتی
ہے۔ ہر ایک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے وہ آسمان اور زمین
کی ہر ایک چیز کا نور ہے اور ہر ایک نور اسی کے ہاتھ سے چمکا اور اسی کی ذات کا پرتو
ہے۔ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی روح نہیں جو اس سے پرورش نہ پائی
ہو اور خود بخود ہو۔ کسی روح کی کوئی قوت نہیں۔ جو اس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔
اور اس کی رحمتیں دو قسم کی ہیں (۱) ایک وہ جو بغیر سبقت عمل کسی عامل کے قدیم سے
ظہور پذیر ہیں۔ جیسا کہ زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور ستارے اور پانی اور آگ
اور ہوا اور تمام ذرات اس عالم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے۔ ایسا ہی جن جن
چیزوں کی ہمیں ضرورت تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے
مہیا کی گئیں اور یہ سب اس وقت کیا گیا جبکہ ہم خود موجود نہ تھے نہ ہمارا کوئی عمل تھا کون
کہہ سکتا ہے کہ سورج میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی شہد کرم کے
سبب سے بنائی گئی۔ غرض یہ وہ رحمت ہے جو انسان اور اسکے مخلوق سے پہلے ظاہر ہو چکی

ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں (۲) دوسری رحمت وہ ہے جو اعمال پر مرتب ہوتی ہے اور اس کی تصریح کی کچھ ضرورت نہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف میں وارد ہے کہ خدا کی ذات ہر ایک عیب سے پاک ہے اور ہر ایک نقصان سے میرا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اس کی تعلیم کی پیروی کر کے عیبوں سے پاک ہو اور وہ فرماتا ہے من کان فی ہذہ اعمیٰ منہونی الاخرۃ اعمیٰ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہیگا اور اس ذات بیچون کا اس کو دیدار نہیں ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اُس سے جدا نہیں ہوگی کیونکہ خدا کے دیکھنے کے لئے اسی دنیا میں حواس ملتے ہیں اور جو شخص ان حواس کو دنیا سے ساتھ نہیں لے جائیگا وہ آخرت میں بھی خدا کو دیکھ نہیں سکیگا اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف سمجھا دیا ہے کہ وہ انسان سے کس ترقی کا طالب ہے اور انسان اس کی تعلیم کی پیروی سے کہا نیک پہنچ سکتا ہے پھر اسکے بعد وہ قرآن شریف میں اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جسکے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدار الہی میسر آسکتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے من کان یرجو القاء ربہ فلیعمل علماً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے پس چاہئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی عمل اسکے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ ان کی وجہ سے دل میں شک پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل نافضر اور ناتمام ہوں اور نہ ان میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو بلکہ چاہئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اسکے یہ بھی چاہئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہوں نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا ان پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کے قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور نہ اپنے علم پر کوئی غور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز۔ بلکہ اپنے تین فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور جاہل سمجھیں۔ اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت روح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اُس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست پا بھی ہے اور اسکے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے نہایت صافی اور شیریں پس اُس نے

افنان و خیران بہر حال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنی لبون کو اس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا اور پھر قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔ یعنی تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنے ذات اور صفات میں واحد ہے نہ کوئی ذات اس کی ذات جیسی ازلی اورابدی یعنی انا دمی اور اکال ہے نہ کسی چیز کے صفات اس کی صفات کے مانند میں انسان کا علم کسی معلم کا محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر اسکا علم کسی معلم کا محتاج نہیں اور باہمیہ غیر محدود ہے۔ انسان کی شنوائی ہو اکی محتاج ہے اور محدود ہے۔ مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں۔ اور انسان کی بنیائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر خدا کی بنیائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے الیہامی انسان کی پیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں۔ اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہوگا۔ اس لئے اس کی توحید قائم نہیں ہو سکتی۔ جتنک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنے تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو پھر اس سے آگے آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنی ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اسکا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بالذات ہے اسکو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی۔ یہ توحید ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی ہے جو مدار ایمان ہے اور اعمال کے متعلق یہ آیت جامع قرآن شریف میں ہے۔ ان اللہ بامر بالعدل والاحسان وایتاؤذی القربیٰ وہی عنی عن الفحشاء والمکر والبقی۔ یعنی خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو اور عدل پر قائم ہو جاؤ اور اگر اس سے زیادہ کامل بننا چاہو تو پھر احسان کرو۔ یعنی ایسے لوگوں سے سلوک اور نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں لی اور اگر اس سے بھی زیادہ کامل بننا چاہو تو محض ذاتی ہمدردی سے اور محض طبعی جوش سے بغیر نیت کسی شکر یا ممنون منت کرنے کے بنی نوع سے نیکی کرو جیسا کہ مان اپنے بچہ سے فقط اپنے طبعی جوش سے نیکی کرتی ہے اور فرمایا کہ خدا تمہیں اس سے منع کرتا ہے کہ کوئی زیادتی کرو یا احسان قبل از یہی ہمدردی کرنے والے کے کافر نعمت بنو اور اسی آیت کی تشریح میں ایک اور مقام میں فرماتا ہے۔ ولطعمون الطعام علیٰ جہہ مسکیناً ویتیمات و اسیراً۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا تسکوراً۔ یعنی کامل راستباز جب غیر لبون

اور شیون اور ایرون کو کھانا دیتے ہیں تو محض خدا کی محبت سے دیتے ہیں نہ کسی اور غرض سے دیتے ہیں۔ اور وہ انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ خدمت خاص خدا کے لئے ہے اس کا ہم کوئی بدلہ نہیں چاہتے۔ اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکریہ کرو اور پھر سزا جزا کے بارے میں فرمایا۔ جزا سیئۃ سیئۃ بشکھا من عفو واصلاح فاجزہ علی اللہ۔ یعنی بدی کا بدلہ اسقدر بدی ہے۔ دانت کے عوض دانت اور آنکھ کے عوض آنکھ اور گالی کے عوض گالی۔ اور جو شخص معاف کر دے مگر ایسا معاف کرنا جسکا نتیجہ کوئی اصلاح ہونہ کوئی خرابی یعنی جسکو معاف کیا گیا ہے وہ کچھ سدھ جائے اور بدی سے باز آجائے تو اس شرط سے معاف کرنا انتقام سے بہتر ہوگا اور معاف کرنے والے کو اسکا بدلہ ملے گا یہ نہیں کہ ہر ایک محل بے محل میں ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیجائے۔ یہ تو دور از حکمت ہے اور بعض اوقات بدو سے نیکی کرنا ایسا مضر ہو جاتا ہے کہ گویا نیکو سننے بدی کی ہے اور پھر فرمایا دفع بالتی ہی احسن فاذا الذی ینیک و مینۃ عداوتہ کا تہ ولی حمیم یعنی اگر کوئی تجھ سے نیکی کرے تو تو اس سے زیادہ نیکی کر اور اگر تو ایسا کریگا تو باہین تہاری اگر کوئی عداوت بھی ہوگی تو وہ ایسی دوستی سے بدل جائے گی کہ گویا وہ شخص ایک دوست بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔ اور فرمایا۔

ولا یغتب بعضکم بعضا یحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا۔ ولا یسخر قوم من قوم عسے ان یکونوا خیرا منہم ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ولا تقاتلوا بالالقاء بمس الاسم الفسوق بعد الایمان فاجتنبوا الرحمن من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔ و قولوا قولا سدیداً واعصموا بحبل العد جمیعاً۔ یعنی چاہئے کہ ایک

تہارا دوسرے کا گلہ مت کرے کیا تم پسند کرتے ہو کہ مردے بھائی کا گوشت کھاؤ اور چاہئے کہ ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے کہ ہماری اونچی ذات اور ان کی کم ہے ممکن ہے کہ وہ تم سے بہتر ہوں اور خدا کے نزدیک تو زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ نیکی اور پرہیزگاری سے حصہ لیتا ہے۔ قوموں کا تفرقہ کچھ چیز نہیں ہے اور تم پرے ناموں سے جن سے لوگ چڑتے ہیں یا اپنی ہتک سمجھتے ہیں ان کو مت پکارو ورنہ خدا کے نزدیک تمہارا نام بدکار ہوگا اور بتوں سے اور جھوٹ سے پرہیز کرو کہ یہ دونوں ناپاک ہیں اور جب بات کرو تو حکمت اور معقولیت سے کرو اور لغو گوئی سے بچو اور چاہئے کہ

تمہارے تمام اعضاء اور تمام قوتیں خدا کی تابع ہوں اور تم سب ایک کس کی اطاعت میں لگو
اور پھر ایک مقام میں فرمایا اَلْمَلِكُ التَّكَاثُرُ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ كَلَّا
سَوْفَ تَعْلَمُونَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ثُمَّ
لَتَسْكُنَنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ یعنی اے لوگو جو خدا سے غافل ہو دنیا طلبی نے تمہیں غافل

کیا یہ بات کہ تم قبروں میں داخل ہو جاتے ہو اور غفلت سے باز نہیں آتے یہ تمہاری غلطی ہے اور عنقریب
تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا اگر تمہیں یقینی علم حاصل
ہو جائے تو تم علم کے ذریعہ سے سوچ کر کے اپنے جہنم کو دیکھو اور تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہاری
زندگی جہنمی ہے پھر اگر اس سے بڑھ کر تمہیں معرفت ہو جائے تو تم یقین کامل کی آنکھ سے دیکھو کہ
تمہاری زندگی جہنمی ہے پھر وقت بھی آتا ہے کہ تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے اور ہر ایک عیاشی اور
بے اعتدالی سے پوچھے جاؤ گے یعنی عذاب میں ماخوذ ہو کر حق یقین تک پہنچ جاؤ گے۔ ان
آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے ایک یہ کہ محض علم اور قیاس
سے حاصل ہوتا ہو جیسا کہ کوئی دور سے دھواں دیکھے اور قیاس اور عقل کو دخل دیکر سمجھے
کہ آج کل ضرور آگ ہوگی۔ اور پھر دوسری قسم یقین کی یہ ہے کہ اس آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ
پھر تیسری قسم یقین کی یہ ہے کہ مثلاً اس آگ میں ماتہ والدے اور اسکی قوت احتراق سے مزہ
چکھ لے۔ پس یہ تین قسمیں ہوتی ہیں۔ علم یقین۔ عین یقین۔ حق یقین۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ
نے سمجھا یا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت میں ہے اور جب اس سے
علاقہ توڑ کر دنیا کی طرف جھکے تو یہ جہنمی زندگی ہے اور اس جہنمی زندگی پر آخر کار ہر ایک محض
اطلاع پالیتا ہے اور اگرچہ اس وقت اطلاع پاوے جبکہ یک دفعہ مال و متاع اور دنیا کے
تعلقات کو چھوڑ کر مرنے لگے۔ اور پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔
وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ۔ یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے مقام اور عزت کا پاس کر کے
اور اس بات سے ڈر کر کہ ایک دن خدا کے حضور میں پوچھا جائیگا۔ گناہ کو چھوڑتا ہے اسکو دہشت
عطا ہونگے۔ (۱) اول اسی دنیا میں بہشتی زندگی اسکو عطا کیجاو گی اور ایک پاک تبدیلی اس میں
پیدا ہو جائے گی اور خدا اسکا متولی اور مشغول ہوگا۔ دوسرے مرتبے بعد جاو دانی بہشت اسکو
عطا کیا جائے گا۔ یہ اس لئے کہ وہ خدا سے ڈرا اور اسکو دنیا پر اور نفسانی جذبات پر
مقدم کر لیا۔ پھر ایک اور جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

إِنَّا اعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا وَسِعِيرًا۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ نَشِيرُؤُنْ مِنْ كَاسَاكَانَ
مِزْجُہَا كَا فُؤْرًا۔ عَيْنَا نَشْرِیْ بِہَا عِبَادُ الْبَیْضِ فُجْرٌ وَہَا الْفُجْرُ۔ وَتُسْقَوْنَ فِیْہَا كَاسَاكَانَ
مِزْجُہَا زَنْجَبِلًا عَيْنَا فِیْہَا نَشْمٌ سَسْبِلًا۔ یعنی ہم نے کافروں کے لئے جو ہماری محبت

دل میں نہیں رکھتے اور دنیا کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ زنجیر اور طوق گردن اور دل کے جلن کے
سلمان تیار کر رکھے ہیں۔ اور دنیا کی محبت کی انکے پیروں میں زنجیریں ہیں اور گردنوں میں
ترک خدا کا ایک طوق ہے جس سے سراسٹھا کر اوپر کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور دنیا کی طرف جھکے
جالتے ہیں اور دنیا کی خواہشوں کی ہر وقت انکے دلوں میں ایک جلن ہے۔ مگر وہ جو نیکی کا ر
ہیں۔ وہ اسی دنیا میں ایسا کافوری شربت پی رہے ہیں جس نے انکے دلوں میں سے دنیا
کی محبت ٹھنڈی کر دی ہے اور دنیا طلبی کی پیاس بجھا دی ہے کافوری شربت کا ایک چشمہ ہے
جو انکو عطا کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس چشمہ کو بھاڑ بھاڑ کر نہر کی صورت پر کر دیتے ہیں تا وہ
نزدیک اور دور کے پیاسوں کو اس میں شریک گردین۔ اور جب وہ چشمہ نہر کی صورت پر
آجاتا ہے اور قوت ایمانی بڑھ جاتی ہے اور محبت الہی نشوونما پانے لگتی ہے تب انکو
ایک اور شربت پلایا جاتا ہے۔ جو زنجبیلی شربت کہلاتا ہے۔ یعنی پہلے تو وہ کافوری شربت
پیتے ہیں۔ جب تک کام صرف اس قدر ہے کہ دنیا کی محبت انکے دلوں سے ٹھنڈی کر دے۔ لیکن
بعد اسکے وہ ایک گرم شربت کے بھی محتاج ہیں۔ تا خدا کی محبت کی گرمی ان میں بڑھ سکے کیونکہ
صرف بدی کا ترک کرنا کمال نہیں ہے پس اسی کا نام زنجبیلی شربت ہے اور اس چشمہ کا
نام سسبیل ہے جسکے معنی ہیں خدا کی راہ پوچھا اور پھر ایک مقام میں فرمایا قد اخلص من
زكہبها وقد خاب من دسہبها۔ یعنی نفسانی گرفتاریوں سے وہ شخص نجات پا گیا اور ہستی
زندگی کا مالک ہو گیا۔ جس نے اپنے نفس کو پاک بنالیا۔ اور ناکام اور نامراد۔ را وہ شخص جسے
اپنے نفس کو زمین میں دھنسیا اور آسمان کی طرف رخ نہ کیا اور چونکہ یہ مقامات صرف
انسانی سعی سے حاصل نہیں ہو سکتے اسلئے جا بجا قرآن شریف میں دعا کی ترغیب دی
ہے اور مجاہدہ کی طرف رغبت دلائی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ادعونی استجب لكم
یعنی دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ واذا استلک غلامی
عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ فلیست بعبولی ولیو منوالی لعلم
بیرشدون۔ یعنی اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ مجھ کو اسکی ہستی

ثابت سے اور کیونکر سمجھا جائے کہ خدا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت ہی نزدیک ہوں
میں اپنے پکارنیوالے کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اسکی آواز سننا
ہوں اور اس سے ہمکلام ہوتا ہوں۔ پس چاہئے کہ اپنے تئیں ایسے بناوین کہ میں اپنے
ہمکلام ہو سکوں اور مجھ پر کامل ایمان لاوین تا ان کو میری راہ ملے اور پھر فرماتا ہے۔
وَالَّذِينَ جَاءُوا فِينَا لِنَهْدِيَهُمْ لِمَ سُبُلَتَا بِعَيْنِنَا لَیْسَ لَہُمْ لَہُجٌّ فِی الْغَیْبِ وَہُمْ یَخْلُقُونَ فِی الْغَیْبِ
لَیْسَ لَہُمْ لَہُجٌّ فِی الْغَیْبِ وَہُمْ یَخْلُقُونَ فِی الْغَیْبِ لَیْسَ لَہُمْ لَہُجٌّ فِی الْغَیْبِ
سے و کو نواع الصادقین۔ یعنی اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو دعا بھی کرو۔ اور گوش
بھی کرو اور صادقون کی صحبت میں بھی رہو۔ کیونکہ اس راہ میں صحبت بھی شرط ہے یہ تمام
احکام وہ ہیں جو انسان کو اسلام کی حقیقت تک پہنچاتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا
ہوں۔ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا
اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضامین ہو جانا اور خدا میں کم
ہو کر ایک موت اپنے پروردگار لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض
محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بنا پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض
اسکے ساتھ دیکھتی ہوں اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اسکے ساتھ سنتے ہوں۔ اور ایسا
دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اسکے بلائے ہوئی
ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں۔ اور انسانی قوتے اپنے ذمہ کا تمام
کام کر چکے ہیں اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ تب
خدا تعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نور و سکے ساتھ دوبارہ اسکو زندگی بخشی
ہے۔ اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے۔ اور وہ دقیق و دقیق نور جسکو عقلیں دریا
نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اس کنہ تک نہیں پہنچتیں۔ وہ خود انسان کے دل سے نزدیک
ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے تَحْنِ اقْرَبَ إِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ۔ یعنی ہم اسکی شاہد
سے بھی زیادہ اس سے نزدیک ہیں پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف
کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر معرفت کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور
انسان اپنے خدا کو ان نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اسکی آواز سنتا ہے اور اسکی نور کی چادر
اندر اپنے تئیں لپیٹا ہوا پاتا ہے تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے۔ اور انسان اپنے خدا کے مشاہد
سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے اور ایک نور کا پیرا ہن پہن لیتا ہے۔ اور نہ
صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے بلکہ اسی جگہ

اور اسی دنیا میں دیدار و گفتار الہی اور جنت کی نعمتوں کو پالینا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا منزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا
وابشروا بالجنۃ الّٰتی کنتم تعدون۔ یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ ہے جو جمع
صفات کاملہ ہے جس کی ذات اور صفات میں اور کوئی شریک نہیں۔ اور یہ کہ ہر کچھ پر وہ انتقامت
اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہی زلزلے آویں اور بلائیں نازل ہوں۔ اور موت کا سامنا ہو۔ انکے
ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا۔ انہیں فرشتے اترتے ہیں اور خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے
اور کہتا ہے کہ تم ہمارے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور نہ گذشتہ مصیبتوں سے
غمگین ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں اسی دنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا ہمیں
وعدہ دیا گیا تھا پس تم اس سے خوش ہو۔ اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور
یہ ایسے وعدے نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں اہل دل مذہب اسلام میں اس
روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے جسکے پیروؤں
کو خدا تعالیٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے اور ان کی متفرق نعمتیں اس
امت مرحومہ کو عطا کر دی ہیں اور اس نے اس دعا کو قبول کر لیا ہے جو قرآن شریف میں
آپ سکھلائی تھی اور وہ یہ ہے **اٰیہا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب**
علیہم ولا الضالین۔ ہمیں وہ راہ دکھلا۔ جو ان راستبازوں کی راہ ہے جن پر تو نے ہر ایک
انعام اکرام کیا ہے۔ یعنی جنہوں نے تجھ سے ہر ایک قسم کی برکتیں پائی ہیں اور تیرے
مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے ہیں اور تجھ سے دعاؤں کی قبولیت حاصل کی ہیں
اور تیری نصرت اور مدد اور راہ نمائی ان کے شامل حال ہوئی ہے اور ان لوگوں کی
راہ ہونے میں ہمیں بچا۔ جنہر تیرا غضب اور جو تیری راہ کو چھوڑ کر اور راہوں کی طرف چلے
گئے ہیں۔ یہ وہ دعا ہے جو نماز میں پانچ وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ اندھا
ہونے کی حالت میں دنیا کی زندگی بھی ایک جہنم ہے اور پھر مرنا بھی ایک جہنم ہے اور حقیقت
خدا کا سچا تاج اور واقعی نجات پانوالاد ہی ہو سکتا ہے جو خدا کو پہچان لے اور اس کی ہستی
پر کامل ایمان لے آوے اور وہی ہے جو گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔ اور خدا کی محبت میں محو
ہو سکتا ہے۔ پس جس دل میں یہ خواہش اور یہ طلب نہیں کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ یعنی
طور پر اسکو نصیب ہو وہ ایک مردہ دل ہے اور جس دین میں یہ قوت نہیں کہ اس کمال
تک پہنچا دے اور اپنے سچے پیروؤں کو خدا کا ہمکلام بنادے وہ دین منجانب اللہ نہیں اور

اس میں راستی کی روح نہیں۔ ایسا ہی جس کسی نبی نے اس راہ کی طرف لوگوں کو تہنیں چلایا کہ خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ کے طالب ہوں اور کامل معرفت کے خواہان ہوں۔ وہ نبی بھی خدا کی طرف سے نہیں ہے اور وہ خدا پر افترا کرتا ہے کیونکہ انسان کا عظیم الشان مقصود جس سے وہ گناہوں سے نجات پاسکتا ہے یہی ہے کہ خدا کی ہستی اور اسکی ستر اجزا پر اسکو پورا یقین آوے مگر اس غیب الغیب خدا پر کیونکر یقین حاصل ہو۔ جب تک اسکی طرف سے انا الموجد کی آواز نہ سنی جاوے اور جب تک کہ انسان اس کی طرف سے کھلے کھلے نشان مشاہدہ نہ کرے کیونکہ اس کی ہستی پر یقین کامل آوے عقلی دلائل سے خدا کے وجود کا پتہ لگانا صرف اس حد تک ہے کہ عقل سلیم زمین اور آسمان اور انکی ترتیب ابلغ اور محکم کو دیکھ کر یہ تجویز کر لے کہ ان مصنوعات پر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہئے۔ مگر یہ دکھلا نہیں سکتے کہ فی الحقیقت صانع ہی بھی اور ظاہر ہے کہ ہونا چاہئے۔ صرف ایک خیال ہے اور ”ہے“ ایک امر واقعہ کا ثبوت ہے اور دونوں فرق کھلا کھلا ہے۔ یعنی پہلی صورت میں صرف ضرورت صانع بتلائی گئی ہے اور دوسری صورت میں اسکے فی الواقع موجود ہونے کی شہادت دی جاتی ہے غرض اس زمانہ میں کہ مذاہب کی باہمی کشاکش کا ایک تند و تیز سیلاب چل رہا ہے طالب حق کو اس اصل مقصود کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ مذہب ہی سچا ہے جو یقین کامل کے ذریعہ سے خدا کو دکھلا سکتا ہے اور درجہ مکالمہ مخاطبہ الہیہ تک پہنچا سکتا ہے اور خدا کی تمکلاتی کا شرف بخش سکتا ہے اور اس طرح اپنی روحانی قوت اور روح پرور خاصیت سے دلوں کو گناہ کی تاریکی سے چھڑا سکتا ہے اور اسکے سوا سب دھوکا دینے والے ہیں۔ اب ہم اس ملک کے چند مذاہب پر نظر کرتے ہیں کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں یقین کامل تک پہنچا سکتے ہیں اور کیا ان کی کتابوں میں یہ وعدہ موجود ہے کہ وہ خدا کے یقینی مکالمہ سے شرف حاصل کر سکتے ہیں اور اگر موجود ہے تو کیا اس زمانہ میں انہیں سے کوئی اس کا مصداق پایا بھی جاتا ہے یا نہیں۔ سو سب کے پہلے قابل ذکر وہ مذہب ہے جو مسیحی مذہب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ اس مذہب کے بارے میں ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مسیحی صاحبو زکا اسیر اتفاق ہو چکا ہے کہ مسیح کے زمانہ کے بعد الہام اور وحی پر مہر لگ گئی ہے اور اب یہ نعمت آگے ہمیں بلکہ پیچھے رہی ہے اور اب اسکے پانے کی کوئی بھی راہ نہیں۔ اور قیامت تک نوید دی ہے اور فیض کا دروازہ بند ہے اور شہید ہی وجہ ہوگی کہ نجات پانے کے لئے ایک نئی تجویز نکالی گئی ہے اور ایک نیا نسخہ تجویز کیا گیا ہے جو تمام جہان کے اصول سے نرالا اور سراسر عقل اور انصاف

اور رحم کے مخالف ہے اور وہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام جہان کے گناہ اپنے ذمہ لیکر صلیب پر مڑنا منظور کیا تا ان کی اس موت سے دوسروں کی رہائی ہو۔ اور خدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو مارا تا گناہ گاروں کو بچا دے لیکن ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قسم کی مظلومانہ موت سے دوسروں کے دل گناہ کی پلید خصلت سے کیونکر صاف اور پاک ہو سکتے ہیں اور کیونکر ایک بے گناہ کے قتل ہونے سے دوسروں کو گزشتہ گناہوں کی معافی کی سند مل سکتی ہے بلکہ اس طریق میں انصاف اور رحم دونوں کا خون ہے کیونکہ گناہ گار کے عوض میں بگناہ کو کپڑا خلافت انصاف ہے اور نیز بیٹے کو اس طرح ناحق سخت دلی سے قتل کرنا خلافت رحم ہے اور اس حرکت سے فائدہ خاک نہیں اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اصل سبب گناہ کے سیلاب کا قلت معرفت ہے پس جب تک ایک علت موجود ہے تب تک معلول کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ علت کا وجود معلول کے وجود کو چاہتا ہے اب جائے حیرت ہے کہ یہ کیسا فلسفہ ہے۔ کہ گناہ کرنے کی علت جو قلت معرفت یا ربیعا ہے وہ تو سر پر موجود کھڑی ہے مگر معلول اس کا جو ارتکاب گناہ کی حالت ہے وہ معدوم ہو گئی ہے تجربہ ہزاروں گواہ پیش کرتا ہے کہ بجز معرفت کامل کے نہ کسی چیز کی محبت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ کسی چیز کا خوف پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کی قدر دانی ہوتی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کسی عقل یا ترک عقل کو یا تو خوف کی وجہ سے کرتا ہے اور یا محبت کی وجہ سے۔ اور محبت اور محبت دونوں معرفت سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس جب معرفت نہیں تو نہ خوف ہے اور نہ محبت ہے۔ اے عزیزو! اور پیارو! اس جگہ راستی کی حمایت اس بیان کے لئے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں حضرات مسیحیوں کے ہاتھ میں کوئی امر صاف نہیں ہے وحی کے سلسلہ پر تو پہلے سے مہر لگ چکی ہے اور مسیح اور حواریوں کے بعد معجزات بھی بند ہو گئے ہیں۔ رہا عقلی طریق۔ سو آدمزاد کو خدا بنانے میں وہ طریق بھی ہاتھ سے گیا۔ اور اگر گزشتہ معجزات جو اب محض قصوں کے رنگ میں ہیں پیش کئے جائیں۔ تو اول تو ہر ایک منکر کہہ سکتا ہے کہ خدا جانے ان کی اصل حقیقت کیا ہے اور کس قدر مبالغہ ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ مبالغہ کرنا انجیل نویسوں کی عادت میں داخل تھا چنانچہ ایک انجیل میں یہ فقرہ موجود ہے کہ مسیح نے اتنے کام کئے کہ اگر وہ لکھے جاتے تو دنیا میں سما نہ سکتے۔ اب دیکھو کہ وہ کام بغیر لکھنے کے تو دنیا میں سما گئے لیکن لکھنے کی حالت میں وہ دنیا میں نہیں سماینگے۔ کیس قسم کا فلسفہ اور کس قسم کی منطق ہے کیا کوئی سمجھ سکتا ہے ہر ما سوا اسکے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات حضور موعی نبی کے معجزات سے کچھ

بڑھ کر نہیں ہیں اور ایلیاہی کے نشانوں کا جب مسیح کے نشانوں سے مقابلہ کریں تو ایلیاہ کے معجزات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر معجزات سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو یہ سب بزرگ خدائی کے مستحق ہیں۔ اور یہ بات کہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا ہے یا کسی اور کتاب میں اسکو بیٹا کہا گیا ہے۔ ایسی تحریروں سے اسکی خدائی نکالنا درست نہیں ہے۔

بائبل میں بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے بلکہ بعض کو خدا بھی۔ پھر مسیح کی تخصیص بے وجہ سے اور اگر ایسا ہوتا بھی کہ کسی دوسرے کو ان کتابوں میں بجز مسیح کے خدا یا خدا کے بیٹے کا لقب نہ دیا جاتا۔ تب بھی ایسی تحریر و کو حقیقت پر عمل کرنا نادانی تھا۔ کیونکہ خدا کے کلام میں ایسے استعارات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مگر جس حالت میں بائبل کے رو سے خدا کا بیٹا کہلانے میں اور بھی مسیح کے شریک ہیں تو دوسرے شرکاء کو کیوں اس فضیلت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ غرض نجات کے لئے اس منصوبہ پر پھر وہ سہ کرنا صحیح نہیں ہے اور گناہ سے باز رہنے کو اس منصوبہ سے کوئی بھی تعلق نہیں پایا جاتا بلکہ دوسرے کی نجات کے لئے خود کشتی کرنا خود گناہ سے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز مسیح نے اپنی رضامندی سے صلیب کو منظور نہیں کیا۔ بلکہ شریہ یہودیوں نے جو چاہا اس سے کیا اور مسیح نے صلیبی موت سے بچنے کے لئے باغ میں ساری رات دعا کی اور اسکے آتشو جارحی ہو گئے۔ تب خدا نے باعث اسکے تقوٰے کے اس کی دعا قبول کی اور اسکو صلیبی موت سے بچا لیا۔ جیسا کہ خود انجیل میں بھی لکھا ہے۔ پس یہ کیسی تہمت ہے کہ مسیح نے اپنی رضامندی سے خود کشتی کی۔ یا سوا اسکے عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے اور بکر کی اس سے درد سر جاتی رہے۔

ہاں ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نبی تھے۔ اور ان کا مل بندوں میں سے تھے جنکو خدا نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے لیکن وہ الفاظ جو انکی نسبت با دوسرے نبیوں کی نسبت کتابوں میں وارد ہیں۔ ان سے نہ انکو اور نہ کسی اور نبی کو ہم خدا بنا سکتے ہیں میں ان امور میں خود صاحب تجربہ ہوں۔ اور میری نسبت خدا تعالیٰ کی پاک وحی میں وہ اعزاز اور اکرام کے لفظ موجود ہیں کہ میں نے کسی انجیل میں حضرت مسیح کے بارے میں نہیں دیکھے۔ اب میں کیا یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں حقیقت میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ رہی انجیل کی تعلیم سومیری رائے یہ ہے کہ تعلیم کامل وہ ہوتی ہے جو تمام انسانی قوے کی پرورش کرے۔ نہ صرف یہ کہ محض ایک پہلو پر اپنا تمام زور ڈالے۔ میں سچ بیچ کہتا ہوں کہ یہ کاس تعلیم میں نے قرآن شریف میں ہی پائی ہے وہ ہر ایک امر میں حق اور حکمت کی رعایت رکھتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً انجیل میں کہا گیا ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے۔ مگر قرآن شریف ہمیں تعلیم دیتا ہے

کہ یہ حکم ہر حال اور ہر محل میں نہیں بلکہ موقع اور محل دیکھنا چاہئے کہ کیا وہ صبر کو چاہتا ہے۔ یا انتقام کو اور عفو کو چاہتا ہے یا سزا کو۔ اب ظاہر ہے کہ یہی قرآنی تعلیم کامل ہے اور بغیر اسکی پابندی کے انسانی سلسلہ تباہ ہو جاتا ہے اور نظام دنیا بگڑ جاتا ہے۔ ایسا ہی انجیل میں ... کہا گیا ہے کہ تو شہوت کی نظر سے بیگانہ عورت کی طرقت مت دیکھ مگر قرآن شریف میں ہے کہ نہ تو شہوت کی نظر سے اور نہ بغیر شہوت کے بیگانہ عورتوں کو دیکھنے کی عادت کر۔ کہ یہ سب تیرے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے۔ چاہئے کہ ضرورتوں کے موقع پر تیری آنکھ بند کے قریب ہو اور دھندلی سی ہو اور کھلی کھلی نظر ڈالنے سے پرہیز کر کہ یہی طریق پاک دلی کے محفوظ رکھنے کا ہے۔ اس زمانہ کے مخالف فرتے شاید اس حکم سے مخالفت کریں گے۔ کیونکہ آزادی کا نیا نیا شوق ہے مگر تجربہ صاف بتلا رہا ہے کہ یہی حکم صحیح ہے۔ دوستو! کھلی کھلی بے تکلفی اور نظر بازی کے کبھی نتیجے اچھے نہیں نکلتے مثلاً کبھی حالت میں ابھی ایک مرد نفسانی جذبات سے پاک نہیں اور نہ جوان عورت نفسانی جذبات سے پاک ہے تو ان دونوں کو ملاقات اور نظر بازی اور آزادی کا موقع دینا گویا انکو اپنے ہاتھ سے گڑھے میں ڈالنا ہے ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ بغیر زنا کے طلاق درست نہیں۔ مگر قرآن شریف جابیز رکھتا ہے کہ جہان مثلاً خاوند اور عورت دونوں باہم جانی دشمن ہو جائیں اور ایک کی جان دوسرے سے خطرہ میں ہو اور یا عورت نے زنا تو نہیں کیا مگر زنا کے لوازم پیدا کر لئے ہیں اور یا اسکو کوئی ایسی مرض ہو گئی ہے جس سے تعلق قائم رکھنے کی حالت میں خاوند کی ہلاکت ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو گیا ہے جو خاوند کی نظر میں طلاق کا موجب ہے۔ تو ان سب صورتوں میں طلاق دینے میں خاوند پر کوئی اعتراض نہیں۔ اب پھر ہم اصل مقصود کی طرقت عود کر کے کہتے ہیں کہ یقیناً یاد رکھو کہ حضرات مسیحیوں کے پاس نجات اور گناہ سے رکنے کا کوئی حقیقی ذریعہ موجود نہیں کیونکہ نجات کے بجز اسکے کوئی اور معنی نہیں کہ انسان کی ایسی حالت ہو جائے کہ گناہوں کے ارتکاب پر دیر نہ کر سکے اور خدا تعالیٰ کی محبت استغفار ترقی کرے کہ نفسانی مجتہدین اس پر غالب نہ آسکیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حالت بجز معرفت تامہ کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ اب جب ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں تو ہم اس میں کھلے طور پر وہ وسائل پاتے ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی معرفت تامہ حاصل ہو سکے اور پھر خوف غالب ہو کر گناہوں سے رک سکیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی پیروی سے مکالمہ محاطہ الہیہ نصیب ہو جاتا ہے اور آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں اور انسان خدا سے علم غیب پاتا ہے اور محکم تعلق اس سے پیدا ہو جاتا ہے اور دل خدا کے وصال کے لئے جوش

مارتا ہے اور اسکو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتا ہے اور دعائیں قبول ہو کر اطلال عید جاتی ہے اور ایک دریا معرفت کا جاری ہو جاتا ہے جو گناہ سے روکتا ہے اور بھر جیب ہم انجیل کی طرف آتے ہیں تو گناہ سے بچنے کے لئے صرف اس میں ایک غیر متحول طریق پائے ہیں جسکو ازالہ گناہ سے کچھ بھی تعلق نہیں عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انسانیت کی کمزوریوں کو بہت دکھلا دیا اور خدائی کی کوئی خاص قوت ظاہر نہ ہوئی جو غیر سے انکو امتیاز دیتی تاہم وہ مسیحیوں کی نظر میں خدا کر کے مانے گئے۔

اب ہم آریہ مذہب پر مختصر طور سے نظر کرتے ہیں کہ گناہ سے بچنے کے لئے انکے مذہب میں کیا سامان پیش کیا گیا ہے پس واضح ہو کہ آریہ صاحبوں کے وید مقدس نے سر سے آئندہ زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ اور آسمانی نشانوں سے انکار کر دیا ہے۔ پس وید میں سے اس کامل تشلی کو ڈھونڈنا کہ کسی کو خدا کے انا الوجود دہن کی آواز آوے اور خدا دعاؤں کو سن کر ان کا جواب دیوے اور نشانوں کے ذریعہ سے اپنا چہرہ دکھاوے ایک عبت کو شش اور لا حاصل تلاش ہے بلکہ انکے نزدیک یہ تمام امر محالات میں سے ہیں۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ کسی چیز کا خوف یا محبت بغیر اس کی روشت اور کامل معرفت کے ممکن ہی نہیں۔ اور صرف مصنوعات پر نظر ڈالنے سے کامل معرفت ہو نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے بعض عقل کے پیروں میں ہزاروں دہریہ اور ناستک مت ولے بھی موجود ہیں بلکہ جو لوگ فلسفہ کے پورے کمال تک پہنچے ہیں وہی ہیں جن کو پورے دہریہ کہنا چاہئے اور ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ عقل سلیم زیادہ سے زیادہ صرف اس حد تک کام دے سکتی ہے کہ مصنوعات پر نظر ڈالنے سے کبھی طیکہ دہریہ پن کا رنگ اپنے اندر نہ رکھتی ہو یہ تجویز کر سکتی ہے کہ ان چیزوں کا کوئی خالق ہونا چاہئے نہ یہ کہ وہ خالق فی الواقعہ موجود بھی ہے اور پھر عقل ہی اس دہم میں گرفتار ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سب کا رخانہ خود بخود چلا اٹھا ہو۔ اور طبعی طور پر بعض چیزیں بعض کی خالق ہوں۔ پس عقل انہیں تمام کامل تک نہیں پہنچا سکتی جسکا نام معرفت تامہ ہے جو قائم مقام دیدار الہی ہے اور جس سے کامل طور پر خوف اور محبت پیدا ہوتے ہیں اور پھر خوف اور محبت کی آگ سے ہر ایک قسم کا گناہ جل جاتا ہے اور نفسانی جذبات پر موت آجاتی ہے اور ایک نورانی تبدیلی پیدا ہو کر تمام اندرونی کمزوریوں اور گناہ کی غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں۔ لیکن چونکہ اکثر انسانوں کو اس کامل پاکیزگی کی پروا نہیں ہے جو گناہ کے دافع سے بالکل مبرا کرتی ہے اسلئے اکثر لوگ اس ضرورت کو محسوس کر کے اس کی تلاش میں نہیں لگ جاتے بلکہ اُلٹے

تقصیب سے پرہیز کرنا الفت ظاہر کرتے ہیں اور لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں اور آریہ صاحبوں کا مسلک تو بہت ہی قابلِ افسوس ہے کہ وہ معرفتِ تامہ کے حقیقی وسیلہ سے تو قطعاً ناامید ہیں اور عقلی وسائل بھی انکے ہاتھ میں نہیں رہے کیونکہ جب کہ انکے نزدیک ذرہ ذرہ عالم کا اتادی ہے جو خود بخود ہے اور کسی کے ہاتھ سے وجود پذیر نہیں ہوا اور تمام ارواح بھی مع اپنی تمام قوتوں کے اتادی ہیں جسکا کوئی پیدا کرنے والا نہیں تو انکے ہاتھ میں پریش کی ہستی پر کونسی دلیل باقی رہی اور اگر کہیں کہ ذرات عالم کا باہم جوڑنا اور روحوں کا ان میں داخل کرنا یہ پریش کا کام ہے اور یہی اس کی ہستی پر دلیل ہے تو یہ خیال نادرست ہو گا کیونکہ جس حالت میں ارواح اور ذرات خود بخود ایسے شکستہ مان ہیں کہ قدیم سے اپنے وجود کو آپ بے جا ہوئے ہیں اور اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں تو کیا وہ خود بخود باہم اتصال یا انفصال نہیں کر سکتے۔ اس بات کو کوئی قبول نہیں کرے گا کہ باوجود اسکے کہ تمام ذرات یعنی پرانا اپنی ہستی اور وجود میں کسی دوسرے کو محتاج نہیں اور باوجود اسکے کہ تمام ارواح یعنی جیواپنی ہستی اور وجود میں اور اپنے تمام قوتوں میں کسی دوسرے کے محتاج نہیں مگر پھر بھی اپنے اتصال اور انفصال میں کسی دوسرے کے محتاج ہیں یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جو ناشک مت والوں کے لئے ایک مفت کا شکار ہے اور اس کے ایک آریہ بہت جلد ناشک مت میں داخل ہو سکتا ہے اور ایک چالاک دہریہ ہنسی میں اسکو اپنے پیچ میں لاسکتا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے اور ریم بھی آتا ہے کہ آریہ صاحبوں نے شریعت کے دونوں پہلوؤں میں سخت غلطی کھائی ہے یعنی پریش کی نسبت یہ عقیدہ قائم کیا ہے کہ وہ مبدع تمام مخلوق کا نہیں اور نہ سرچشمہ تمام فیوض کا ہے بلکہ ذرات اور ان کی قطعیت اسکے فیوض سے محروم ہیں پھر جو سوچ لیں کہ پریش کی کیا ضرورت ہے۔ اور کیوں وہ مستحقِ پرستش ہے اور کس وجہ سے وہ سرب شکستہ مان کہلاتا ہے اور کس راہ سے اور کس طریق سے وہ شناخت کیا گیا ہے کیا کوئی اسکا جواب دے سکتا ہے کاش ہماری ہمدردی کسی دل میں اثر کرے کاش کوئی شخص گوشہ تنہائی میں بیٹھے اور ان باتوں میں فکر کرے۔ اے قادرِ خدا اس قوم پر بھی رحم کر جو ہمارے پیرائے ہمسایہ ہیں۔ ان میں سے بہت سے دل حق کی طرف پھیر دے کہ تجھے سب قدرت سے آمین یہ پہلو تو پریش کے متعلق ہے جس میں اس قدر اس خالق بے چون کی حق تلفی ہے اور دوسرا پہلو جو آریہ مت مخلوق کے متعلق پیش کرتا ہے ان میں سے ایک تو تناسخ ہے یعنی بار بار روح کا طرح طرح کی جو نوئیں پڑ کر دنیا میں آنا۔ اس عقیدہ میں سب سے پہلے یہ امر عجیب اور حیرت انگیز

اور خود بخود ہستی اور
انکی تمام قوتیں اور ارواح اور انکی تمام قوتیں

ہے کہ باوجود عوے عقل کے یہ خیال کیا گیا ہے کہ پریشیر اس قدر سخت دل سے کہ ایک گناہ کے عوض میں کروڑ بار برس تک بلکہ کروڑ بار یوں تک سزا دے جاتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ یہ اسکے پیدا کردہ نہیں ہیں اور اپنی اسکا کوئی بھی حق نہیں ہے بجز اسکے کہ بار بار جنون کے چکر میں ڈال کر دکھ میں ڈالے۔ پھر کیوں انسانی گورنمنٹ کی طرح صرف چند سال کی سزا نہیں دیتا ظاہر ہے کہ لمبی سزا کے لئے یہ شرط ہے کہ سزا یافتہ پر کوئی لمبا حق بھی ہو۔ مگر جس حالت میں تمام ذرات اور ارواح خود بخود دہیں کچھ بھی اسکا ان پر احسان نہیں بجز اسکے کہ سزا کی غرض سے طرح طرح کی جنون میں انکو ڈالے۔ پھر وہ کس حق پر لمبی سزا دیتا ہے۔ دیکھو اسلام میں باوجودیکہ خدا فرماتا ہے کہ ہر ایک اور ہر ایک روح کا میں ہی خالق ہوں اور تمام قوانین ان کی میرے ہی فیض سے ہیں اور میرے ہی ہاتھ سے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی سہارے سے جیتے ہیں۔ پھر بھی وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے اَلَا مَا شَارِكُ اَنْ رَّبِّكَ اَعْلٰی لَمَّا یَرِیدُ یُعْزِزْ دُوْرَیْ دُوْرَیْ مِنْ ہِمِّشَ رَسَنَیْکَ لَیْکِنْ اُوْہ ہِمِّشَکَیْ جو خدا کو ہے بلکہ دور دراز مدت کے لحاظ سے۔ پھر خدا کی رحمت و شکر ہوگی کیونکہ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس آیت کی تفسیر میں ہمارے سید و مولے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے اور وہ یہ ہے:۔

”یَا تٰی عَلٰی جہنم دَمًا لِّیْسَ فِیْہَا اَحَدٌ وَّلَیْسِمَ الصُّلْبُا تَحْتُکَ اَبْوَابُا“ یعنی جہنم پر ایک وہ زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی بھی نہ ہوگا اور نسیم صبا اسکے کو اڑو نہ لائیگی لیکن افسوس کہ یہ تو میں خدا تعالیٰ کو ایک ایسا چڑچڑا اور کینہ و رقت اور دیتی ہیں کہ کبھی بھی اسکا غصہ فرو نہیں ہوتا اور بیشمار اربوں تک جو تو نہیں ڈال کر پھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا۔ اور یہ اعتراض صرف آریہ صاحبو پر نہیں۔ حضرات مسیحوز کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ ایک گناہ کے لئے نہ ابدی جہنم تجویز کرتے ہیں جس کا کبھی انتہا نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ ارواح انسانی اور ان کی تمام قوتوں کا خود خالق ہے اور اس نے آپ ہی بعض طبائع میں ایسی کمزوریاں رکھ دی ہیں کہ وہ ترکیب گناہ کی ہو جاتی ہیں اور ایک گھڑی کی طرح صرف اس حد تک چلتی ہیں جو اس حقیقی گھڑی ساز نے اُنکے لئے مقرر کر دی ہے تو پھر وہ ضرور کہیں قدر رحم کے لائق ہیں کیونکہ انکے قصور اور کمزوریاں فقط اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس خالق کا بھی انہیں بہت سادہ خل سے جس نے انکو کمزور بنایا اور یہ کیسا انصاف ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو سزا دینے کے لئے صرف تین دن مقرر کئے مگر دوسرے لوگوں کی سزا کا حکم ابدی کھڑا یا جسکا کبھی بھی انتہا

نہیں اور چاہا کہ وہ ہمیشہ اور ابد تک دوزخ کے تنور میں جلتے رہیں کیا رحیم کریم خدا کو ایسا کرنا مناسب تھا بلکہ چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے بیٹے کو زیادہ سزا دینا کیونکہ وہ بوجہ خدا کی قوتوں کے زیادہ سزا کا مستحق ہو سکتا تھا۔ خدا کا بیٹا جو ہوا۔ اس کی طاقت کے ساتھ دوسرے کی طاقت کب برابر ہو سکتی ہے۔ جو غریب اور عاجز مخلوق ہیں غرض حضرات عیسائی اور آریہ صاحبان اس ایک ہی اعتراض کے دام میں ہیں اور ان کے ساتھ بعض نادان مسلمان بھی۔ لیکن مسلمانوں کے دھوکہ کھانے میں خدا کے کلام کا قصور نہیں خدا نے تو کھول کر فرما دیا کہ یہ ان کا اپنا قصور ہے اور یہ اسی طرح کا قصور ہے جیسا کہ وہ اہلک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے آسمان پر بیٹھا رہے ہیں اور خدا کے کلام قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ مدت ہوئی کہ حضرت یحییٰ فوت ہو چکے ہیں اور گذشتہ روحوں میں داخل ہو چکے ہیں مگر یہ لوگ کتاب اللہ کے برخلاف ان کی آمد ثانی کا انتظار کر رہے ہیں پھر ہم صہل کلام کی طرقت متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ دوسرا پہلوتا نسخ کے بطلان کا یہ ہے کہ وہ حقیقی پاکیزگی کے برخلاف ہے کیونکہ جب ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ کسی کی جان فوت ہو جاتی ہے اور کسی کی ہمشیرہ اور کسی کی پوتی تو پھر اسپر کیا دلیل ہے کہ اس عقیدہ کے قائل اس غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ایسی جگہ نکاح کر لیں جہاں نکاح کرنا وید کی رو سے حرام ہے۔ ہاں اگر ہر ایک بچے کے ساتھ اس کے پیدا ہونے کے وقت میں ایک لکھی ہوئی فہرست بھی ہمراہ ہو جس میں بیان کیا گیا ہو کہ وہ پہلی جون میں فلان شخص کا بچہ تھا تو اس صورت میں ناجائز نکاح سے بچ سکتے تھے۔ مگر یہ ہمیشہ نے ایسا نہ کیا گویا ناجائز طریق کو خود پھیلانا چاہا۔ پھر ماسوا اسکے نہیں سمجھتے تھے کہ اس قدر جو نوٹ کے چکر میں ڈلنے سے فائدہ کیا ہو اور جبکہ تمام مدارجات اور مہنتی کا گیان یعنی معرفت الہی پر ہے تو یوں چاہئے تھا کہ ہر ایک بچہ جو دوبارہ جنم لیتا پہلا ذخیرہ اسکے گیان اور معرفت کا صلح نہ ہو لیکن ظاہر ہے کہ ہر ایک بچہ جو پیدا ہوتا ہے۔ خالی کا خالی دنیا میں آجاتا ہے اور ایک آوارہ اور فضول خیرح انسان کی طرح تمام پہلا اندوختہ برباد کر کے مقلس نادار کی طرح منہ دکھاتا ہے اور گو ہزار مرتبہ اس نے وید مقدس کو پڑھا ہو۔ ایک ورق بھی وید کا یاد نہیں رہتا پس اس صورت میں جو نوٹ کے چکر کے رو سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ ذخیرہ گیان اور علم کا جو ہزار مصیبت ہر ایک جون سے جمع کیا جاتا ہے وہ ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے نہ بھی محفوظ رہے گا اور نہ نجات ہوگی۔ اول تو حضرات آریہ کے اصولوں کے رو سے نجات ہی ایک محدود میعاد تھی پھر اسپر یہ مصیبت کہ سرمایہ نجات

کالیئے گیان جمع ہونے نہیں پاتا یہ قیمتی روحوں کی نہیں تو اور کیا ہے۔
دوسرا امر جو مخلوق کی پاکیزگی کے مخالف آریہ صاحبوں کے عقائد میں داخل ہر وہ
نیوگ کا مسئلہ ہے میں اس مسئلہ کو وید مقدس کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اس خیال سے
میرا دل کانپتا ہے کہ میں اس قسم کی باتوں کو وید کی طرف منسوب کروں جہاں تک میرا علم
اور کاشش ہے میں یقین کرتا ہوں کہ انسانی فطرت ہرگز قبول نہیں کرے گی کہ ایک شخص
اپنی پاکدامن بیوی کو جو خاندان اور عزت رکھتی ہے محض کچھ لینے کی خاطر سے دوسرے
ہم بستر کر اویے۔ حالانکہ اس بیوی کا تعلق زوجہ ہونے کا اپنے شوہر سے قائم ہے اور وہ
اس کی بیوی کہلاتی ہے اور نہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ خود بیوی ایسی حرکت پر خود
آمادہ ہو۔ حالانکہ اسکا خاوند زندہ موجود ہے انسان تو انسان ہے۔ یہ غیرت تو بعض حیوانوں
میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے مادہ کی نسبت ایسا روا نہیں رکھتے۔ میں اس جگہ کوئی
بحث نہیں کرنا چاہتا۔ سراسر ادب اور مذمت آریہ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں
کہ اگر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں تو بہت بہتر ہوگا۔ پہلے سے ہی یہ ملک حقیقی پاکیزگی کے مقام
سے بہت متنزل ہے پھر اگر عورتوں اور مردوں میں ایسی باتیں بھی رواج پا گئیں
تو معلوم نہیں کہ اس ملک کا کیا انجام ہوگا۔ ساتھ ہی میں ایک اور عرض کے لئے جرات
کرتا ہوں کہ گو آریہ صاحبوں کو اس زمانہ میں مسلمانوں سے کیسی ہی نفرت ہے اور اسلام کے
عقائد سے کیسی ہی بیزاری ہے مگر برائے خدا وہ پردہ کی رسم کو بکلی الوداع نہ کہہ دیں۔ کہ
اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جو بعد میں معلوم ہونگی یہ بات ہر ایک ہنیم انسان سمجھ سکتا
ہے کہ بہت سا حصہ انسانوں کا نفس امارہ کے ماتحت چل رہا ہے اور وہ اپنے نفس کے
ایسے قابو نہیں کر سکے جو شوئے وقت کچھ بھی خدا تعالیٰ کی سزا کا دھیان نہیں رکھتے جو ان
اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر نظری سے باز نہیں آتے اور ایسے ہی بہت سی عورتیں
ہیں کہ خراب دلی سے بیگانہ مردوں کی طرف لگا ہین کرتی ہیں اور جب فریقین کو باوجود انکی
اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی دی جائے تو یقیناً انکا وہی انجام ہوگا جیسا
کہ یورپ کے بعض حصوں سے ظاہر ہے۔ ہاں جب یہ لوگ درحقیقت پاکدل ہو جائیں گے
اور ان کی امارگی جاتی رہے گی اور شیطانی روح نکل جائیگی اور ان کی آنکھوں میں خدا کا خوف
پیدا ہو جائیگا اور انکے دلوں میں خدا کی عظمت قائم ہو جائے گی اور وہ ایک پاک تبدیلی کر لیں گے
اور خدا ترسی کا ایک پاک چولا پہن لیں گے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اس وقت وہ خدا کے
ہاتھ کے خوئے ہوئے گویا وہ مرد نہیں ہیں اور ان کی آنکھیں اس بات سے اندھی ہو گئی

کہ نامحرم عورت کو بد نظری سے دیکھ سکیں۔ یا ایسا بد خیال دل میں لاسکیں۔ مگر اے پیارے
خدا آپ بٹھائے دلون میں الہام کرے۔ ابھی وہ وقت نہیں کہ تم ایسا کرو اور اگر ایسا
کر دیتے تو ایک زہرناک بیج قوم میں پھیلاؤ گے یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی
زمانہ میں پردہ کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہئے تھی کیونکہ کلچرنگ
ہے اور زمین پر بدی اور فحش و فجور اور شرابخواری کا زور ہے اور دلون میں دیرین
کے خیالات پھیل رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں میں سے عظمت اٹھ گئی
ہے زبانوں پر سب کچھ ہے اور لیکچر بھی منطق اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں مگر
دل روحانیت سے خالی ہیں۔ ایسے وقت میں کہ مناسب ہے کہ اپنی غریب بکروں کو
بھیڑوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جائے ۛ

اے دوستو! اب طاعون سر پر ہے اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ سے علم
دیا گیا ہے ابھی بہت سا حصہ اسکا باقی ہے بہت خطرناک دن ہیں۔ معلوم نہیں کہ
آئندہ کئی تک کون زندہ ہوگا اور کون مر جائیگا اور کس گھر پر بلا آئے گی اور کس کو بچایا
جائیگا۔ پس اٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو اور یاد رکھو
کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا
فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فحش و فجور میں حد سے بڑھتا
ہے اسکو اسی جگہ سزا دی جاتی ہے تب وہ خدا کی سزا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتا
سو اپنے خدا کو جلد راضی کر لو اور قبل اسکے کہ وہ دن آوے جو خوفناک دن ہے۔
یعنی طاعون کے زور کا دن جس کی نبیوں نے خبر دی ہے۔ تم خدا سے صلح کر لو وہ نہایت
کریم ہے ایک دم کے گداز کر نیوالی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو
کہ توبہ منظور نہیں ہوتی یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے ہمیشہ فضل بچا رہے
نہ اعمال۔ اے خدا کے کریم و رحیم ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے
آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین

حصہ دوم تقریر

اے معزز سامعین اب میں اپنے ایک دعوے کی نسبت جو میں نے اس ملک میں

شائع کیا ہے آپ کچھ دست میں کچھ بیان کرونگا۔ یہ بات عقل اور نقل سے ثابت ہے کہ جب دنیا میں گناہ کی تاریکی غالب ہو جاتی ہے اور زمین پر ہر ایک قسم کی بدی اور بدکاری پھیل جاتی ہے اور روحانیت کم ہو جاتی ہے اور گناہوں سے زمین ناپاک ہو کر اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ایک بھری ہو اچلنے لگتی ہے تو اس وقت رحمت الہی تقاضا فرماتی ہے کہ زمین کو دوبارہ زندہ کرے جس طرح جسمانی مومن کو دیکھتے ہو کہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ ایک زمانہ خزان کا ہوتا ہے کہ اس میں درختوں کے پھولوں اور پھولوں اور پتوں پر بلا آتی ہے اور درخت ایسے بد نما ہو جاتے ہیں جیسے کوئی مرض دق سے نہایت درجہ دہلا ہو جاتا ہے اور اس میں خون کا نشان نہیں رہتا اور چہرہ پر مردہ پن کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں یا جیسے کسی جذامی کا جذام انتہا درجہ تک پہنچ کر اعضا گرنے لگ جاتے ہیں پھر دو سہ سال کا زمانہ درختوں پر وہ آگے جھکے موسم بہار کہتے ہیں اس موسم میں درختوں کی صورتیں ایک دو سہ رنگ پکڑ لیتی ہیں اور پھل اور پھول اور خوشنما اور سرسبزیت ظاہر ہو جاتے ہیں یہی حالت نوع انسان کی ہے کہ تاریکی اور روشنی نوبت بہ نوبت ایسا وارد ہوتی رہتی ہے کسی صدی میں وہ خزان کے موسم کی طرح انسانی کمال کے حسن سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں اور کسی وقت آسمان سے ان پر ایسی ہوا چلتی ہے کہ ان کے دلوں میں موسم بہار پیدا ہونے لگتی ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہی دونوں موسم انسان کے لازم حال رہے ہیں۔ سو یہ زمانہ بھی حسین ہم ہیں بہار کی ابتدا کا زمانہ ہے پنجاب پر خزان کا زمانہ اس وقت زور میں تھا جس وقت اس ملک پر خالصہ قوم حکمران تھی کیونکہ ہوت علم نہیں رہا تھا اور ملک میں جہالت بہت پھیل گئی تھی اور دینی کتابیں ایسی کم ہو گئی تھیں کہ شاید کسی بڑے خاندان میں دستیاب ہو سکتی ہونگی بعد اسی گورنمنٹ انگریزوں کا زمانہ آیا یہ زمانہ نہایت پُر امن ہے اور بیچ تو یہ ہے کہ اگر ہم خالصہ قوم کی عملداری کے دنوں کو امن عامہ اور آسائش کے لحاظ سے انگریزی عملداری کی راتوں سے بھی برابر قرار دیں تو یہ بھی ایک ظلم اور خلاف واقعہ ہو گا۔ یہ زمانہ روحانی اور جسمانی برکات کا مجموعہ ہے۔ اور آنے والی برکتیں اسکی ابتدائی بہار سے ظاہر ہیں۔ ہاں یہ زمانہ ایک عجیب جانور کی طرح کئی منہ رکھتا ہے۔ بعض منہ تو حقیقی خدا شناسی اور راستبازی بر خلاف ہونے کی وجہ سے خوفناک ہیں اور بعض منہ بہت بابرکت اور راستبازی کے مؤید ہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ انگریزی حکومت نے انواع و اقسام کے علوم کو اس

ملک میں بہت ترقی دی ہے۔ اور کتابوں کے چھاپنے اور شایع کرنے کے لئے ایسے سہل اور آسان طریق نکل آئے ہیں کہ زمانہ گزشتہ میں ان کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ اور جو ہزاروں مخفی کتب خانے اس ملک میں تھے وہ بھی ظاہر ہو گئے اور محفوظ رہے ہی دنوں میں علمی رنگ میں زمانہ ایسا بدل گیا کہ گویا ایک نئی قوم پیدا ہو گئی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر عملی حالتیں دن بدن کا عدم ہوتی گئیں اور اندر ہی اندر دہریت کا پودا بڑھنے لگا۔ گورنمنٹ انگریزی کے احسان میں کچھ شک نہیں۔ اس قدر اپنی رعایا کو آرام پہنچایا۔ اور معدلت گسٹری کی اور جابجا امن قائم کیا کہ اس کی نظیر دوسری گورنمنٹوں میں تلاش کرنا عبث ہے مگر وہ آزادی جو امن کا دائرہ پورا وسیع کرنے کے لئے رعایا کو دی گئی۔ وہ اکثر لوگوں کو ہضم نہیں ہو سکی اور اسکے عوض میں جو خدا اور اس گورنمنٹ کا شکریا ادا کرنا چاہئے تھا بجائے اس شکر کے اکثر دلوں میں اس قدر غفلت اور دنیا پرستی اور دنیا طلبی اور لاپرواہی بڑھ گئی کہ گویا یہ سمجھا گیا کہ دنیا ہی ہمارے لئے ہمیشہ رہنے کا مقام ہے اور گویا کہ ہم کسی کا بھی احسان نہیں اور نہ کسی کی حکومت ہے اور جیسا کہ دستور ہے کہ اکثر گناہ امن کی حالت میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی قانون قدرت کے رو سے گناہوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ چنانچہ باعث سخت دلی اور غفلت کے موجودہ حالت اس ملک کی نہایت خطرناک ہو گئی ہے جاہل اور شریر لوگ جو وحشیوں کی طرح ہیں وہ قابل شرم جرائم مثلاً لٹیرنی اور زنا کاری اور قتل ناحق وغیرہ سنگین جرائم کے ارتکاب میں مشغول ہیں اور دوسرے لوگ اپنی اپنی طبیعت اور جو ش نفس کے موافق طرح طرح کے دوسرے گناہوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ شرابی خانے دوسری دکانوں سے زیادہ آباد معلوم ہوتے ہیں اور دوسرے فسق و فجور کے پیشے بھی دن بدن ترقی میں ہیں۔ عبادت خانے محض رسم ادا کرنے کے لئے بھڑکے ہیں۔ غرض زمین پر گناہوں کا ایک سخت خطرناک جو ش ہے اور اکثر لوگوں کے نفسانی شہوات بوجہ پورے امن اور کامل آسائش کے اس قدر جو ش میں آگئے ہیں کہ جیسے جب ایک پُر زور دریا کا بند ٹوٹ جائے تو وہ ایک رات میں ہی ارد گرد کے تمام دیہات کو تباہ کر دیتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ دنیا میں ایک نہایت درجہ پر تارکی پیدا ہو گئی ہے اور ایسا وقت آگیا ہے کہ یا تو خدا دنیا میں کوئی روشنی پیدا کرے اور یا دنیا کو ہلاک کر دیوے۔ مگر ابھی اس دنیا کے ملاک ہونہیں ایچہزار برس باقی ہے اور دنیا کی زینت اور آرام اور آسائش کے لئے جو نئی نئی صنعتیں زمین پر پیدا ہوئی ہیں یہ تغیر بھی صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جسمانی

طور پر اصلاح فرمائی ہے وہ روحانی طور پر بھی بنی نوع کی اصلاح اور ترقی چاہتا ہے۔ کیونکہ روحانی حالت انسانوں کی جسمانی حالت سے زیادہ گر گئی ہے۔ اور ایسی خطرناک منزلق پر ابھرنے لگی ہے۔ کہ جہاں نوع انسان غضب الہی کا نشانہ بن سکتی ہے۔ ہر ایک گناہ کا جوش نہایت ترقی پر پایا جاتا ہے۔ اور روحانی طاقتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں۔ اور ایمانی انوار سمجھ گئے ہیں۔ اور اب عقل سلیم بیدار ہے اس بات کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہے۔ کہ اس تاریکی کے غلبہ پر آسمان سے کوئی روشنی پیدا ہونی چاہیے کیونکہ جیسے جسمانی طور پر زمین کی تاریکی کا دور ہونا قدیم ہے اس بات سے وابستہ ہے کہ آسمانی روشنی زمین پر پڑے۔ ایسا ہی روحانی طور پر بھی یہ روشنی صرف آسمان سے ہی اترتی اور دلوں کو منور کرتی ہے جب سے کہ خدا نے انسان کو بنایا ہے اس کا قانون قدرت یہی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہ نوع انسان میں ایک وحدت نوعی پیدا کرنے کے لئے ان میں سے ایک شخص پر ضرورت کے وقت میں اپنی معرفت تامہ کا نور ڈالتا ہے اور اس کو اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اپنی کامل محبت کا جام اس کو پلاتا ہے اور اس کو اپنی پسندیدہ راہ کی پوری بصیرت بخشتا ہے اور اس کے دل میں جوش ڈالتا ہے کہ تا وہ دوسروں کو بھی اس نور اور بصیرت اور محبت کی طرف کھینچے جو اس کو عطا کی گئی ہے اور اس طرح پر باقی لوگ اس سے تعلق پیدا کر کے اور اسی کے وجود میں شمار ہو کر اور اس کی معرفت سے حصہ لے کر گناہوں سے بچتے اور تقویٰ طہارت میں ترقی کرتے ہیں اسی قانون قدیم کے لحاظ سے خدا نے اپنے پاک نبیوں کی معرفت یہ خبر دی ہے کہ جب آدم کے وقت سے چھ ہزار برس قریب الاقترام ہو جائیں گے تو زمین پر بڑی تاریکی پھیل جائے گی اور گناہوں کا سیلاب بڑے زور سے بہنے لگے گا اور خدا کی محبت دلوں میں بہت کم اور کالعدم ہو جائے گی تب خدا محض آسمان سے بغیر زمینی سبب کے آدم کی طرح اپنی طرف سے روحانی طور پر ایک شخص میں سچائی اور محبت اور معرفت کی روح پھونکے گا اور وہ مسیح بھی کہلائے گا۔ کیونکہ خدا اپنے ہاتھ سے اس کی روح پر اپنی ذاتی محبت کا عطیہ ملے گا اور وہ وعدہ کا مسیح جس کو دوسرے لفظوں میں خدا کی کتابوں میں مسیح موعود بھی کہا گیا ہے شیطان کے مقابل پر کھڑا کیا جائے گا اور شیطانی لشکر اور مسیح میں یہ آخری جنگ ہو گا اور شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اور تمام ذریت کے ساتھ اور تمام تدبیروں کے ساتھ اس دن اس روحانی جنگ کے لئے تیار ہو کر آئیگا۔ اور دنیا میں شر اور خیر میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی ہوگی جیسے کہ اس دن ہوگی کیونکہ اس دن شیطان کے رکاوٹ اور شیطانی علوم انتہا تک پہنچ جائیں گے اور جن تمام

طریقوں سے شیطان گمراہ کر سکتا ہے وہ تمام طریق اُس دن ہتیا ہو جائیں گے۔ تب سخت لڑائی کے بعد جو ایک روحانی لڑائی ہے۔ خدا کے مسیح کو فتح ہوگی اور شیطانی قوتیں ہلاک ہو جائیں گے اور ایک مدت تک خدا کا جلال اور عظمت اور پاکیزگی اور توحید زمین پر پھیلی جلائے گی اور وہ مدت پورا ہزار برس ہے جو ساتواں دن کہلاتا ہے بعد اُس کے دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا سو وہ مسیح میں ہوں اگر کوئی چاہے تو قبول کرے ہجملہ بعض فرقے جو شیطان کے وجود سے منکر ہیں وہ تعجب کریں گے کہ شیطان کیا چیز ہے پس ان کو یاد رہے کہ انسان کے دل کے ساتھ دو کششیں ہر وقت نوبت بہ نوبت لگی رہتی ہیں ایک کشش خیر کی اور ایک کشش شر کی پس جو خیر کی کشش ہے شریعت اسلام اُس کو فرشتہ کی طرف منسوب کرتی ہے اور جو شر کی کشش ہے اُس کو شریعت اسلام شیطان کی طرف منسوب کرتی ہے اور بدعا صرف اس قدر ہے کہ انسانی سرشت میں دو کششیں موجود ہیں کبھی انسان نیکی کی طرف جھکتا ہے اور کبھی بدی کی طرف۔ میرے خیال میں ہے کہ اس جلسہ میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے اس بیان کو کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا سے شرف مکالمہ اور مخاطبہ رکھتا ہوں انکار کی نظر سے دیکھیں گے اور تحقیر کی بھری ہوئی نگاہ سے میری طرف نظر کریں گے۔ لیکن میں انہیں معذور سمجھتا ہوں کیونکہ ابتدا سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے کہ پیٹے خدا کے ماموروں اور مرسلوں کو دل زار باتیں سننی پڑتی ہیں۔ بنی بے عزت نہیں مگر لیجئے ابتدائی زمانہ میں۔ وہ نبی اور رسول اور صاحب کتاب اور صاحب شریعت جس کی امت کہلانے کا ہم سب کو فخر ہے اور جس کی شریعت پر سب شریعتوں کا خاتمہ ہے اُس کی سوانح کی طرف نگاہ کرو۔ کہ کس طرح تیرہ برس تک مکہ میں تنہائی اور غربت اور بے کسی کے عالم میں مشکروں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائیں اور کیونکر تحقیر اور مہمی اور ٹھٹھے کا نشانہ بنے رہے اور آخر مکہ سے بڑے ظلم اور تعدی سے نکالے گئے کس کو خبر تھی کہ آخر وہ کروڑ ہا انسانوں کا امام اور پیشوا بنایا جاوے گا سو یہی سنت الہی ہے کہ خدا کے منتخب لوگ اول اول حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے ہیں اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں کہ ابتدا میں خدا کے فرستادوں کی شناخت کر سکتے ہیں اور ضرور ہے کہ وہ جاہل لوگوں کے ہاتھوں سے دکھ اٹھادیں اور طرح طرح کی باتیں اُن کے حق میں کہی جاویں اور مہمی اور ٹھٹھا کیا جاوے اور گالیاں دی جاویں جب تک کہ وہ وقت آوے کہ اُنکے قبول کرنے کے لئے خدا دلوں کو کمول دے۔ یہ تو میرا دعوئے ہے کہ جو مینے بیان کیا لیکن وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے

وہ یہ ہے کہ خدائیں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اُس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے نہ ہی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سیاحیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تارکیوں کے نیچے دب گئی ہے اُس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یادِ اعلیٰ کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہو اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودہ لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اُس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کے لئے کھڑا ہو جاؤں اور دوسری طرف اُس نے دل بھی تیار کر دئے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کے لئے مستعد ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اُسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب اُن کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو اب دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بت کچھ چیز نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزار ہا یہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اُتار دی ہیں اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایتِ الہی ان میں سے بہتوں کو اپنے پاک خاص ہاتھ سے دھکے دے کر سچی اور کامل توحید کے اُس دارالامان میں داخل کر دے گی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے یہ امید میرے محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھ لی ہے اس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے نا جلد تر

متفرق قوموں کو ایک قوم بنادے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے ہر ایک کو اس
 ہوا کی خوشبو آرہی کہ یہ تمام متفرق قومیں کسی دن ایک قوم بننے والی ہیں
 چنانچہ حضرات مسیحی یہ خیالات شائع کر رہے ہیں کہ عنقریب تمام دنیا کا یہی مذہب
 ہو جائے گا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کر کے مان لیں گے اور یہودی جو
 بنی اسرائیل کہلاتے ہیں ان کو بھی ان دنوں میں نیا جوش پیدا ہو گیا
 ہے کہ ان کا ایک خاص مسیح جو ان کو تمام زمین کا وارث بناوے گا انہی
 دنوں میں آنے والا ہے ایسا ہی اسلام کی پیشگوئیاں بھی جو ایک مسیح کا وعدہ
 دیتی ہیں ان کے وعدے کا دن بھی ہجرت کی چودھویں صدی تک ہی ختم
 ہوتا ہے اور عام مسلمانوں کا بھی خیال ہے کہ ایسا زمانہ قریب ہے کہ
 جب تمام زمین پر اسلام پھیل جائے گا اور بعض سنان و دھرم کے پندتوں
 سے جتنے سنا ہے کہ وہ بھی اپنے ایک اوتار کے ظاہر ہونے کا زمانہ اسی
 زمانہ کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آخری اوتار ہے جس سے تمام زمین پر
 دھرم پھیل جائے گا اور آریہ صاحبان اگرچہ کسی پیش گوئی کے قابل تو نہیں
 تاہم اس ہوا کی تاثیر سے جو چل رہی ہے وہ بھی ہمت اور کوشش کر رہے
 ہیں کہ ایشیا اور یورپ اور امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک میں انہی کا
 مذہب پھیل جائے اور عجیب ترین کہ بدھ مذہب والوں میں بھی نئے سرے سے
 یہی جوش پیدا ہو گیا ہے اور زیادہ تر ہنسی کی بات یہ ہے کہ اس ملک کے
 چوہڑے یعنی بھنگی بھی اس فکر میں پڑ گئے ہیں کہ کسی طرح وہ دوسری
 قوموں کی زد اور دست برد سے بچیں اور ان کو بھی کم سے کم اپنے مذہب
 کی حفاظت کی ایک طاقت حاصل ہو جائے عرض اس زمانہ میں ایک ایسی
 ہوا چل پڑی ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنی قوم اور اپنے مذہب کی ترقی کا بڑے
 جوش سے خواہاں ہے اور چاہتے ہیں کہ دوسری قوموں کا نام نہ
 نہ رہے جو کچھ ہوں وہی ہوں اور جس طرح سمندر کے تلاطم کے وقت
 ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے اسی طرح مختلف مذاہب
 ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں بہر حال ان تحریکوں سے محسوس
 ہو رہا ہے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ ہے جس میں خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا
 ہے کہ مختلف فرقوں کو ایک قوم بنادے اور ان مذہبی جھگڑوں کو ختم کر کے

آخر ایک ہی مذہب میں سب کو جمع کر دے اور اسی زمانہ کی نسبت جو تلاطم امواج کا زمانہ ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے **وَنَفَخْنَا فِي الصُّورِ نَفْثًا مِّنْهُ جَمْعًا** اس آیت کو پہلی آیتوں کے ساتھ ملا کر یہ معنی ہیں کہ جس زمانہ میں دنیا کے مذاہب کا بہت شور اُٹھے گا اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر ایسا پڑے گا جیسا کہ ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنا چاہیں گے تب آسمان و زمین کا خدا اس تلاطم امواج کے زمانہ میں اپنے ہاتھوں سے بغیر دنیوی اسباب کے ایک نیا سلسلہ پیدا کرے گا اور اس میں اُن سب کو جمع کرے گا۔ جو استعداد اور مہارت رکھتے ہیں۔ تب وہ سمجھیں گے کہ مذہب کیا چیز ہے اور اُن میں زندگی اور حقیقی راستبازی کی روح بھونکی جائے گی اور خدا کی معرفت کا ان کو حجام پلایا جائے گا۔ اور ضرور ہے کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو۔ جب تک کہ یہ پیش گوئی یوں آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن شریف نے دنیا میں شائع کی ہے پوری یہ ہو جائے۔ اور خدا اس نے اس آخری زمانہ کے بارہ میں جس میں تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع کی جائیں گے۔ صرت ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ قرآن شریف میں اور بھی کئی نشان لکھے ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک یہ کہ اُس زمانہ میں دریاؤں میں سے بہت سی نہریں نکلیں گی۔ اور ایک یہ کہ زمیں کی پوشیدہ کانیں بہتے معدنیں بہت سی منکل آویں گی۔ اور زمینی علوم بہت سے ظاہر ہو جائیں گے۔ اور ایک یہ کہ ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے کتابیں بکثرت ہو جائیں گی (یہ پچھاپنے کے آلات کی طرف اشارہ ہے) اور ایک یہ کہ اُن دنوں میں ایک ایسی سواری پیدا ہو جائے گی کہ اونٹوں کو بے کار کر دے گی اور اس کے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے اور ایک یہ کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو باسانی خبریں پہنچا سکیں گے اور ایک یہ کہ ان دنوں میں آسمان پر

ایک ہی مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا اور ایک یہ کہ اس کے بعد زمین پر سخت طاعون پھیلے گی بیاں تک کہ کوئی شہر اور کوئی گاؤں خالی نہ رہے گا جو طاعون سے آلودہ نہ ہو اور دنیا میں بہت موت پڑے گی اور دنیا ویران ہو جائے گی بعض بستیوں بالکل تباہ ہو جائیں گی اور ان کا نام و نشان نہ رہے گا اور بعض بستاں ایک حد تک عذاب میں گرفتار ہو کر پھر ان کو بچا یا جائے گا یہ دن خدا کے سخت غضب کے دن ہوں گے۔ اس لئے کہ لوگوں نے خدا کے نشانوں کو جو اس کے فرستادہ کے لئے اس زمانہ میں ظاہر ہوئے قبول نہ کیا اور خدا کے نبی کو جو اصلاح و نفع کے لئے آیا رد کر دیا اور اس کو جھوٹا قرار دیا یہ سب علامتیں اس زمانہ میں ہیں ہم میں پوری ہونگئیں عقلمند کے لئے یہ صاف اور روشن راہ ہے کہ ایسے وقت میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا جب کہ قرآن شریف کی لکھی ہوئی تمام علامتیں میرے ظہور کے لئے ظاہر ہو چکی ہیں یہ تمام علامتیں جو مسیح موعود کے زمانہ کے بارہ میں ہیں اگرچہ حدیثوں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن اس جگہ میں نے صرف قرآن شریف کو پیش کیا ہے اور ایک عداوت قرآن شریف نے مسیح موعود کے زمانہ کے لئے قرار دی ہے کہ ایک بیگ نہ رہتا ہے ان یوماً عند ربک کالف سنتہ ہما تعد و نہ یعنی ایک دن خدا کا ایسا ہے جیسا تمہارا ہزار برس ہے پس چونکہ دن سات ہیں اس لئے اس آیت میں دنیا کی عمر سات ہزار برس قرار دی گئی۔ یہ لیکن یہ عمر اس آدم کے زمانہ سے ہے جس کی ہم اولاد ہیں خدا کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا تھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ کون تھے اور کس قسم کے تھے معلوم ہوتا ہے کہ سات ہزار برس میں دنیا کا ایک دور ختم ہوتا ہے اسی وجہ سے اور اسی امر پر نشان قرار دینے کے لئے دنیا میں سات دن مقرر کئے گئے۔ تاہر ایک دن ایک ہزار برس پر دلالت کرے ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح سے کتنے دور گذر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آچکے ہیں یہ چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے

قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے۔ افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین و آسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ کے لئے معطل اور بے کار تھا اور ازلہ طور پر معطل چلا آتا تھا۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کریگا مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے اگرچہ ہے تو کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کر کے پھر ایسے ہی بنا دے اور اس نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو پہلی امتوں کے بعد آیا جو ہم سب کا باپ تھا اس کے دنیا میں آنے کے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے اور اس سلسلہ کی عمر کا پورا دور سات ہزار برس تک ہے یہ سات ہزار خدا کے نزدیک ایسے ہیں جیسے انسانوں کے سات دن۔ یاد رہے کہ قانون الہی نے مقرر کیا ہے کہ ہر ایک امت کے لئے سات ہزار برس کا دور ہوتا ہے اسی دور کی طرف اشارہ کرنے کے لئے انسانوں میں سات دن مقرر کئے گئے ہیں غرض بنی آدم کی عمر کا دور سات ہزار برس مقرر ہے اور اس میں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ ہزار برس کے قریب گزر چکا تھا یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ خدا کے دنوں میں سے پانچ دن کے قریب گزر چکے تھے جیسا کہ سورہ والعصر میں یعنی اس کے حرف میں ابجد کے لحاظ سے قرآن شریف میں اشارہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت میں جب وہ سورہ نازل ہوئی تب دم کے زمانہ پر اسی قدر مدت گزر چکی تھی جو سورہ مکو صوفہ کے عددوں سے ظاہر ہے اس حساب سے انسانی نوع کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گزر چکے ہیں اور ایک ہزار برس باقی ہیں قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں بھی یہ نوشتہ موجود ہے کہ وہ آخری مرسل جو آدم کی صورت پر لے گا اور مسیح کے نام سے پکارا جائے گا ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا۔ یہ تمام نشان ایسے ہیں کہ تدبر کرنے والے کے لئے کافی ہیں اور ان سات ہزار برس کی قرآن شریف اور دوسری خدا کی کتابوں کے رو سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا زمانہ ہے اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا زمانہ ہے اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید موعود ختمی پناہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا۔ اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے پھلنے

اور مسلط ہونے کا زمانہ ہے جو قرونِ ثلاثہ کے بعد شروع ہوتا اور چودھویں صدی کے سرخسیت میں ہو جاتا ہے اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور صلاح اور تقویٰ اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک قسم کی نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے اب ہم ساتویں ہزار کے سر پر ہیں اس کے بعد کسی دوسرے مسیح کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ زمانے سات ہی ہیں جو نیکی اور بدی میں تقسیم کئے گئے ہیں اس تقسیم کو تمام انبیاء نے بیان کیا ہے کسی نے اجمال کے طور پر اور کسی نے تفصیل طور پر اور یہ تفصیل قرآن شریف میں موجود ہے جس سے مسیح موعود کی نسبت قرآن شریف میں سے صاف طور پر پیشگوئی نکلتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ تمام انبیاء اپنی کتابوں میں مسیح کے زمانہ کی کسی نہ کسی پیرایہ میں خبر دیتے ہیں اور نیز دجالی فتنہ کو بھی بیان کرتے ہیں اور دنیا میں کوئی پیشگوئی اس قوت اور قوت اثر کی نہیں ہوگی جیسا کہ تمام نبیوں نے آخری مسیح کے بارہ میں کی ہے۔ تاہم ایسے لوگ بھی اس زمانہ میں پائے جاتے ہیں جو اس پیشگوئی کی صحت سے بھی منکر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے اس پیشگوئی کو ثابت کرو۔ مگر افسوس کہ اگر وہ قرآن شریف کو سوچتے یا اس میں غور کرتے تو انہیں اقرار کرنا پڑتا کہ یہ پیشگوئی قرآن شریف میں نہایت صراحت سے موجود ہے اور اس قدر صراحت سے موجود ہے کہ دانا کے لئے اس سے بڑھ کر تفصیل کی حاجت نہیں سورہ تحریم میں اشارہ کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کے ابن مریم کہلائیں گے کیونکہ اول مریم سے ان کو تشبیہ دے کہ پھر مریم کی طرح نفع روح ان میں بیان کیا گیا ہے یہ اس بات کی طرح اشارہ ہے کہ اول وہ مریم وجود لے کر اور اس سے ترقی کر کے پھر ابن مریم بنجائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں اول میرا نام مریم رکھا اور فرمایا یا مریم! اسکن انت و زوجک الجنۃ یعنی اے مریم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو جاؤ اور پھر فرمایا یا مریم! نفخت فیک من روح الصدیق یعنی اے مریم میں نے صدق کی روح تجھ میں پھونک دی۔ (گویا استعارہ کے رنگ میں مریم صدق سے حاملہ ہو گئی) اور پھر آخر میں فرمایا یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا پس اس جگہ مریم مقام سے مجھے منتقل کر کے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس طرح پر ابن مریم مجھے ٹھہرایا گیا تا وہ وعدہ جو سورہ تحریم میں کیا گیا تھا پورا ہو۔ ایسا ہی سورہ نور میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام خلیفہ امی امت میں سے پیدا ہوں گے اور قرآن شریف

سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس امت پر دو زمانے بہت خوفناک آئینگے ایک وہ زمانہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آیا اور دوسرا وہ زمانہ جو جالی فتنہ کا زمانہ ہے جو مسیح کے عہد میں آئیگا اٹھا جس سے پناہ مانگنے کیلئے اس آیت میں اشارہ ہے۔

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین اور اسی زمانہ کیلئے پیشگوئی سورہ نور میں موجود ہے ولیبدلہم من بعد خوفہم امنا۔ اس آیت کے معنی پہلی آیت کے ساتھ ملا کر یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دین پر آخری زمانہ میں ایک زلزلہ آئیگا اور خوف پیدا ہو جائیگا کہ یہ دین ساری زمین پر سے گم نہ ہو جائے تب خدا تعالیٰ دوبارہ اس دین کو روئے زمین پر ٹھکان کر دیگا اور خوف کے بعد امن بخش دیگا جیسا کہ دوسری آیت میں فرماتا ہے ہو الذی ارسل رسولہ بالہدے و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلمہ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا کہ تادین اسلام کو سب دینوں پر غالب کرے یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور پھر یہ آیت کہ اما نحن نزلنا الذکر وانا لالی فظون یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن شریف کی رو سے مسیح موعود کے زمانہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مشابہت کے عقلمندوں کے لئے جو تدبیر کرتے ہیں یہ ثبوت قرآنی تسلیم بخش ہو۔ اور اگر کسی نادان کی نظر میں یہ کافی نہیں تو پھر اسکو اقرار کرنا چاہئے کہ تورات میں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کوئی پیشگوئی ہے نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی پیش خری ہے کیونکہ وہ الفاظ بھی محض مجمل ہیں اور اسبوجہ سے یہودیوں کو ٹھوکر لگی اور قبول نہ کیا۔ مثلاً الرصاف لفظون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ پیشگوئی کیجاتی کہ مکہ میں پیدا ہونگے اور آپکا اسم مبارک محمد ہوگا۔ اور آپکے باپکا نام عبد اللہ اور دادا کا نام عبد المطلب ہوگا اور آپ بنی اسماعیل کے خاندان میں سے ہونگے اور مدینہ میں ہجرت کرینگے اور موسے سے اتنی مدت بعد پیدا ہونگے تو ان نشانوں کے ساتھ کوئی یہودی انکار نہیں کر سکتا تھا اور حضرت مسیح کی پیشگوئی کی نسبت تو اور بھی شکلات یہودیوں پر پڑیں جیسے وہ اپنے تئیں واقعی معذور خیال کرتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح کی نسبت یہ پیشگوئی ہے کہ وہ مسیح ظاہر نہیں ہوگا جتنک کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہ آوے۔ مگر الیاس تو اب تک نہ آیا اور خدا کی کتاب میں یہ شرط بھی کہ وہ سچا مسیح جو خدا کی طرف سے آئیگا ضرور ہے کہ پہلے اس سے الیاس دوبارہ دنیا میں آجائے حضرت مسیح کی طرف سے یہ جواب تھا کہ اس فقرے سے مراد مثیل الیاس ہو نہ کہ اصل الیاس بلکہ یہودی کہتے ہیں کہ یہ خدا کے کلام کی تحریف ہے ہمیں تو اصل الیاس کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی نسبت جو پیشگوئیاں ہوتی ہیں وہ ہمیشہ باریک ہوتی ہیں تاقتی اور سعید میں فرق ظاہر ہو جاوے۔

پھر ماسوا اسکے یہ بات ظاہر ہے کہ جو دعوے راستی پر مبنی ہوتا ہو وہ اپنے ساتھ ایک ہی
مستم کا ثبوت نہیں رکھتا بلکہ اس سچے ہمیرے کی طرح جس کے ہر ایک پہلو میں چمک نمودار ہوتی
ہے وہ دعویٰ بھی ہر ایک پہلو سے چمکتا ہے سو میں زور سے کہتا ہوں کہ میرا مسیح موعود ہونیکا
دعوے اسی شان کا ہے کہ ہر ایک پہلو سے چمک رہا ہے اول اس پہلو کو دیکھو کہ میرا دعوے
منجانب اللہ ہونیکا اور نیز مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہونیکا قریباً ستائیس برس سے ہو
یعنی اس زمانہ سے بھی بہت پہلے کا ہے کہ جب براہین احمدیہ ابھی تالیف نہیں ہوئی تھی اور پھر
براہین احمدیہ کے وقت میں وہ دعوے اسی کتاب میں لکھ کر شائع کیا گیا جسکو چوبیس برس کے
قریب گزر چکے ہیں اب دانا آدمی سمجھ سکتا ہو کہ چھوٹا کاسلسلہ استغفار لیا نہیں ہو سکتا اور خواہ
کوئی شخص کیسا ہی کذاب ہو وہ ایسی بدخواہی کا استغفار و دراز مدت تک جس میں ایک بچہ
پیدا ہو کر صاحب اولاد ہو سکتا ہے طبعاً متکبر نہیں ہو سکتا ماسوائے اسکے اس بات کو
کوئی عقل مند قبول نہیں کرے گا کہ ایک شخص قریباً ستائیس برس سے خدا تعالیٰ پر فخر کرتا ہے اور ہر ایک
صبح اپنی طرف سے الہام بنا کر اور محض اپنی طرف سے بیگیکیاں تراش کر کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب
کرتا ہے اور ہر ایک دن یہ دعوے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ الہام کیا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ
کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ہے حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ اس بات میں جھوٹا ہو نہ اسکو بھی
الہام ہوا اور نہ خدا تعالیٰ اس سے ہم کلام ہوا اور اسکو ایک لعنتی انسان سمجھتا ہو مگر کچھ بھی اس کی
مدد کرتا ہے اور اسکی جماعت کو ترغیب دیتا ہے اور ان تمام منصوبوں اور بلاؤں سے اسے بچاتا ہے
جو دشمن اسکے لئے بخونیز کرتے ہیں۔ پھر ایک اور دلیل ہے جس سے میری سچائی روز روشن کی طرح
ظاہر ہوتی ہے اور میرا منجانب اللہ ہونا بیایہ ثبوت پہنچتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ
مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا یعنی براہین احمدیہ کے زمانہ میں جبکہ میں ایک گوشہ نشین تہائی میں اس
کتاب کو تالیف کر رہا تھا اور پھر اس خدا کے جو عالم الغیب ہو کوئی میری حالت سے واقف نہ تھا۔
تب اس زمانہ میں خدا نے مجھے مخاطب کر کے چند بیگیکیاں فرمائیں جو اسی تہائی اور غربت کے زمانہ
میں براہین احمدیہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو گئیں اور وہ یہ ہیں۔ یا احمدی انت مرادی
ومعى بترك بترى - انت مئی بمنزلة توحیدی و تفیدی فحان ان تعان و تعرف
بیز الناس - انت مئی بمنزلة لا یعلمها الخلق ینصرک اللہ فی موطن - انت وجیہ فی
حضرتی اخترتک لنفسی - وانی جاعلک للناس اماماً ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء -
یا تیک من کل فج عیب - یا تون من کل فج عیب - ولا تصعد لخلق اللہ ولا تشکم من
الناس وقل رب لا تدزنی فرداً وانت خیر الوارثین - اصحاب الصفة وما ادرایک

ما اصحاب الصّفہ۔ تریٰ اعینہم تفیض من الدّم ربنا انما سمعنا ما دیا بنادی
 للایمان۔ انی جاعلک فی الارض خلیفہ۔ یقولون انی لک ہذا۔ قل اللہ عجیب
 عما یفعل وہم یسألون۔ ویقولون ان ہذا الا اختلاف قل اللہ شہدہم فی
 خوضہم یلعبون۔ هو الذی ارسل رسولہ بالہدٰی و دین الحق لیظہرہ علی الدنّ کلہ
 یریدون ان یطفئوا نور اللہ واللہ مُتِمّ نورہ ولو کمر الکافرون۔ یعصمک اللہ
 ولو لم یعصمک الناس۔ انک باعیننا سمیتک المتوکل۔ وما کان اللہ لیترک
 حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ شاتان تذبحان وکل من علیہا فان۔ وعسی
 ان تکرہوا شیئاً و هو خیر لکم و عسی ان تحبوا شیئاً و هو شر لکم واللہ یعلم و انتم لا
 تعلمون۔ ترجمہ۔ خدا مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے اے میرے احمد تو میری مدد ہے اور میرے ساتھ
 ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید پس وہ وقت قریب ہے
 جو تیری مدد کے لئے لوگ تیار کئے جائیں گے اور تجھ کو لوگوں میں مشہور کیا جائیگا۔ تو مجھ سے وہ مرتبہ
 اور مقام رکھتا ہو جسکو دنیا نہیں جانتی۔ خدا ہر ایک میدان میں مجھے مدد دے گا تو میری جناب میں عزت
 رکھتا ہے میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔ میں بہت سے لوگ تیری تابع اور پیرو کر دے گا اور تو انکا امام
 کیا جائیگا۔ میں لوگوں کے دل میں الہام کر دے گا تو وہ اپنے مال سے تیری مدد کریں۔ دور دراز اور
 عین حق راہوں سے تجھے مالی مدد دیں پہنچیں گی۔ لوگ تیری خدمت میں دور دور کے راہوں سے آئیں گے پس
 تجھے لازم ہو کہ اُن سے بد خلقی نہ کرے اور انکی کثرت اور انبوه اور فوج در فوج آئیں گے شکست جائے۔ اور
 یہ دعا کیا کر کہ اے میرے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تجھے بہتر اور کوئی وارث نہیں۔ خدا اصحاب الصّفہ
 تیرے لئے مہیا کرے گا اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا چیز اصحاب الصّفہ ہیں تو دیکھے گا کہ انکے اُنسو جاری
 ہونگے۔ اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو لوگوں کو ایمان کیطرت
 بلاتا ہے میں تجھے زمین میں خلیفہ بناؤں گا لوگ تجھ کی راہ سے کہتے ہیں کہ تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل
 ہو سکتا ہے انکو کہہ دے کہ وہ خدا عجیب قدر تون والا خدا ہے جو کام وہ کرتا ہے کوئی چھپ نہیں سکتا
 کہ تو نے ایسا کیوں کیا اور وہ ہر ایک کے قول سے مواخذہ کرے گا کہ تم نے ایسا کیوں کہا اور کہتے ہیں کہ
 یہ تو صرف بناوٹ ہے انکو جواب دے کہ خدا اس کا روبرو بار کا بانی ہے۔ پھر انکو انکی لہو و لعب میں چھوڑ دے
 خدا وہ خدا ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کیساتھ بھیجا تا اس دین کو سب نبیوں پر غالب کر کے
 دکھائے۔ یہ لوگ ارادہ کریں گے کہ جس نور کو خدا دنیا میں پھیلا نا چاہتا ہے اسکو بچاویں مگر خدا اس نور کو پورا
 کرے گا یعنی تمام مستعد دلوں تک پہنچا دے گا۔ اگرچہ کافر لوگ کراہت بھی کریں۔ خدا انہیں انکی شرارت سے بچائے گا پھر
 لوگ بچا نہ سکیں تو میری آنکھوں کو سامنے ہو میں تیرا نام متوکل رکھا ہوں اور خدا ایسا نہیں ہو کہ مجھے چھوڑ دے

جب تک کہ وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلا دے۔ دو بکریاں فروغ کیجائی کی۔ اور ہر ایک جو زمین پر پہنچا آخر
 اسے مزاجی فریب سے کہ ایک چیز کو تم بڑا سمجھو اور وہ چیز اصل میں تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور تم کہ ایک چیز کو
 تم اچھا سمجھو اور وہ چیز تمہارے لئے بُری ہو۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کونسی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور تم نہیں جانتے۔
 اب جانتا چلائے کہ ان الہامات میں چار عظیم الشان پیشگوئیاں نکال کر دیں (۱) ایک یہ کہ خدا تعالیٰ اسی وقت
 میں جبکہ میں اکیللا تھا اور کوئی میرے ساتھ نہ تھا اس زمانہ میں جسکو اب فی سائیس سال گزر چکے ہیں۔ مجھے
 خوشخبری دیتا ہے کہ تو اکیللا نہیں رہیگا اور وہ وقت آنا ہو بلکہ قریب ہے کہ تیرے ساتھ فوج در فوج لوگ ہوں گے
 اور وہ دور دور رہیں گے تیرے پاس آئیں گے۔ اور اسقدر کثرت سے آئیں گے کہ قریب ہے کہ تو ان سے تھک جائے
 یا بد اخلاقی کرے مگر تو ایسا نہ کر (۲) دوسری پیشگوئی ہے کہ ان لوگوں سے بہت سی مالی مدد ملے گی ان پیشگوئیوں
 بارہ میں ایک دنیا گواہ ہے کہ جب یہ پیشگوئیاں برابریں احمدیہ میں کبھی گئیں تب میں ایک تنہا آدمی گمنامی کی
 حالت میں قادیان میں جو ایک ویران گاؤں ہی بڑا تھا مگر بعد اسکے ابھی دس برس گزرنے نہیں پائے
 تھے کہ خدا تعالیٰ کے الہام کے موافق لوگوں کا بغوغ ہو گیا اور اپنے مالوں کے ذریعہ سے لوگ مدد بھی کرتے
 لگے۔ یہاں تک کہ اب دو لاکھ سے زیادہ ایسے انسان ہیں جو میری بیعت میں داخل ہیں اور انہیں
 الہامات میں ایک تیسری پیشگوئی ہے کہ لوگ کوشش کریں گے کہ اس سلسلہ کو معدوم کر دیں اور اس
 نور کو بجھا دیں۔ مگر وہ اس کوشش میں نامور رہیں گے۔ اب اگر کوئی شخص صریح بے ایمانی اختیار کرے
 تو اسکو کون روک سکتا ہے ورنہ یہ تینوں پیشگوئیاں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں ظاہر ہے کہ ایسے
 زمانہ میں جبکہ ایک شخص گمنامی کی حالت میں پڑا ہے اور تنہا اور بیکس ہے اور کوئی ایسی علامت
 موجود نہیں ہے کہ وہ لاکھوں انسانوں کا سردار بنایا جائے اور نہ کوئی یہ علامت موجود ہے کہ لوگ
 ہزار ہا روپیے اسکی خدمت میں پیش کریں پھر ایسی حالت میں ایسے شخص کی نسبت اسقدر اقبال
 اور نصرت الہی کی پیشگوئی اگر صرف عقل اور اکل کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے تو منکر کو چاہو کہ نام
 لیکر اس کی نظیر پیش کرے بالخصوص جبکہ ان دونوں پیشگوئیوں کو اس تیسری پیشگوئی کی گتھا ہی
 رکھا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بہت کوشش کریں گے کہ یہ پیشگوئیاں پوری ہوں لیکن خدا
 پوری کر دے گا تو بالضرورت ان تینوں پیشگوئیوں کو سچی کی نظر کے ساتھ دیکھنے سے ماننا پڑے گا کہ یہ انسان کا
 کام نہیں ہے۔ انسان تو یہ بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اتنی مدت تک زندہ بھی رہ سکے پھر چوتھی پیشگوئی
 ان الہامات میں یہ ہے کہ ان دونوں میں اس سلسلہ کے دو مرید شہید کئے جائیں گے چنانچہ شیخ عبد الرحمان
 امیر عبد الرحمن والیو کابل کے حکم سے اور مولوی صاحبزادہ عبد اللطیف خاں صاحب امیر حبیب اللہ کے
 ذریعہ سے کابل میں شہید کئے گئے۔

اسکے سوا اور صد پیشگوئیاں ہیں جو اپنے وقتوں پر پوری ہوئیں چنانچہ ایک دفعہ مولوی

حکیم نور الدین صاحب کو قبل از وقت خبر دی گئی کہ انکے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہو گا اور اسکے بدن کپڑی پھوڑے ہونگے چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ بیٹا پیدا ہوا اور اسکے بدن پر پھوڑے تھے مولو لیا صاحب موصوف اس جلسہ میں موجود ہوئے ان سے ہر ایک شخص خلفا دریافت کر سکتا ہے کہ یہ بات سچ ہے یا نہیں۔ پھر سردار محمد علی صاحب رئیس مالیر کو ملکہ کالٹر کا عبدالرحیم نام بیمار ہوا اور آثار ناامیدی ظاہر ہو گئے اور مجھے الہام کے ذریعہ خدا نے خبر دی کہ تیری شفاعت سے یہ لڑکا اچھا ہو سکتا ہے چنانچہ میں نے ایک شفیق صبح کے رنگین اسکے لئے بہت دعا کی اور وہ لڑکا اچھا ہو گیا۔ گویا مردہ زندہ ہوا۔ پھر ایسا ہی الکا دوسرا لڑکا ... عبدالمد خان بیمار ہوا وہ بھی خوفناک بیماری میں پڑ کر موت تک پہنچ گیا اس کی شفا کی نسبت بھی مجھے خبر دی گئی اور وہ بھی میری دعا سے اچھا ہو گیا۔ اسی طرح اور بہت سے نشان ہیں اگر وہ سب لکھے جائیں تو ممکن نہیں کہ وہ مضمون دس دن میں بھی ختم ہو سکے۔ ان نشانوں کے گواہ ایک وہ نہیں بلکہ کئی لاکھ انسان گواہ ہیں یعنی میں نے ان نشانوں میں سے ڈیڑھ سو نشان اپنی کتاب نزول المسیح نام میں درج کیا ہے جو عنقریب شائع ہوئی والی ہے وہ تمام نشان کئی قسم کے ہیں۔ بعض آسمان میں ظاہر ہوئے بعض زمین میں بعض دوستوں کے متعلق ہیں بعض دشمنوں کے متعلق جو بڑے ہو چکے بعض میری ذات کے متعلق ہیں بعض میری اولاد کے متعلق اور بعض ایسے نشان بھی ہیں کہ وہ محض کسی دشمن کے ذریعہ سے بغیر دخل میری ذات کے ظہور میں آ گئے ہیں۔ جیسا کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب موعود فتح رحمان میں اپنے طور پر میرے ساتھ بہا لہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اسکو ہلاک کر دے چنانچہ اس دعا کے بعد صرف چند دن گزرنے پائے تھے کہ مولو لیا صاحب مذکور آپ فوت ہو گئے اور اپنی موت کے پہرے سچا ہو چکی گواہی دے گئے اور ہزار ایسے لوگ ہیں کہ محض خوابوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے میرا سچا ہونا ان پر ظاہر کر دیا۔ غرض یہ نشان اس قدر کھلے کھلے ہیں کہ اگر انکو کجائی نظر سے دیکھا جائے تو انسان کو بھربھانے کے بن نہیں پڑتا۔ اس زمانہ کے بعض مخالف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر قرآن شریف سے یہ ثبوت ملے تو ہم مان لینگے۔ میں ان کے جواب میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف میں میرے سچ ہونیکے بار میں کافی ثبوت ہے جیسا کہ میں کسب قدر لکھ بھی چکا ہوں۔ ماسوا اسکے اس شرط کو پیش کرنا بھی صریح زبردستی اور حکومت کسی شخص کے سچا ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں۔ کہ اسکی کھلی کھلی خبر کسی آسمانی کتاب میں بھی موجود ہو۔ اگر یہ شرط ضروری ہے تو کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہوگی اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کے دعوتے نبوت پر سب سے پہلے زمانہ کی ضرورت دیکھی جاتی ہے پھر یہ

بھی دیکھا جاتا ہو کہ وہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر آیا ہے یا نہیں۔ پھر یہ بھی سوچا جاتا ہے کہ خدا نے اسکی تائید کی ہے یا نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ دشمنوں نے جو اعتراض اٹھائے ہیں ان اعتراضات کا پورا پورا جواب دیا گیا یا نہیں۔ جب یہ تمام باتیں پوری ہو جائیں تو مان لیا جائیگا کہ وہ انسان سچا ہے ورنہ نہیں۔ اب صاف ظاہر ہے کہ زمانہ اپنی زبان حال سے فریاد کر رہا ہے کہ اسوقت اسلامی تفرقہ کے دور کر نیکیے لئے اور بیرونی حملوں سے اسلام کو بچانیکے لئے اور دنیا میں گمشدہ روحانیت کو دوبارہ قائم کر نیکیے لئے بلاشبہ ایک آسمانی مصلح کی ضرورت ہے جو دوبارہ یقین بخشکر ایمان کی جڑھو کو پانی دیوے اور اسطر حیرہ بی اور گناہ سے چھوڑ کر نیکی اور راستی کی طرف رجوع دلائے۔ سو عین ضرورت کی وقت میں میرا آنا ایسا ظاہر ہے کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ بحر سخت متعصب کے کوئی اس سوا انکار کر سکتے اور دوسری شرط یعنی یہ دیکھنا کہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر آیا ہے یا نہیں۔ یہ شرط بھی میرے آنے پر پوری ہو گئی ہے کیونکہ نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ جب چھٹا ہزار ختم ہونیکو ہو گا تب وہ مسیح و موعود ظاہر ہو گا۔ سو مری حساب کے رو سے چھٹا ہزار جو حضرت آدم کے ظہور کی وقت سے لیا جاتا ہے مدت ہوئی جو ختم ہو چکا ہے اور نسی حساب کے رو سے چھٹا ہزار ختم ہونیکو ہو۔ ماسوا اسکے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد آئیگا جو دین کو تازہ کر لگا اور اب اس جو دھوین صدی میں سے اکیس سال گزری چکے ہیں اور بائیسواں گزر رہا ہے اب کیا یہ اس بات کا نشان نہیں کہ وہ مجدد آگیا۔ اور تیسری شرط یہ تھی کہ کیا خدا نے اسکی تائید کی ہے یا نہیں۔ سو اس شرط کا مجھ میں پایا جاتا بھی ظاہر ہے کیونکہ اس ملک کی ہر ایک قوم کے بعض دشمنوں نے مجھے نابود کرنا چاہا اور ناخوشوں تک زور لگایا اور بہت کوششیں کیں لیکن وہ اپنی تمام کوششوں میں نامراد رہے کسی قوم کو یہ محض نصیب نہ ہوا کہ وہ کہہ سکے کہ ہم میں سے کسی نے اس شخص کے تباہ کرنے کی کسی قسم کی کوشش نہیں کی اور انکی کوششوں کے برخلاف خدا نے مجھے غرت دی اور ہزار ہا لوگوں کو میری تائید کر دیا۔ پس اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھا کیسکو معلوم نہیں کہ سب قوموں نے اپنے اپنے طور پر زور لگائے کہ مجھے نابود کر دین مگر میں انکی کوششوں سے نابود نہ ہوسکا بلکہ میں دن بدن بڑھتا گیا یہاں تک کہ دوا لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہو گئی پس اگر خدا کا ایک پویشیدہ ہاتھ میرے ساتھ نہ ہوتا اور اگر میرا کاروبار محض انسانی منصوبہ ہوتا تو ان مختلف نیروئین کے کسی تیر کا میں ضرور نشانہ بن جاتا اور بھی کا تباہ ہوا ہوتا اور آج میری قبر کا بھی نشان نہ ہوتا کیونکہ جو خدا پر جھوٹا بندھتا ہو اسکے بار نیکیے لئے کئی راہیں نکل آتی ہیں وجہ یہ کہ خدا خود اسکا دشمن ہوتا ہو مگر خدا نے ان لوگوں کے تمام منصوبوں سے مجھے بچا لیا جیسا کہ اس نے چوبیس برس پہلے خبر دی تھی۔ ماسوا اسکے کیسی کھلی کھلی تائید ہے کہ خدا نے میری تنہائی اور گمنامی کے زمانہ میں کھلے لفظوں میں براہین احمدیہ میں مجھ خبر دیدی کہ میں مجھے مدد دے گا اور کثیر جماعت میرے شاگرد لگا اور فراحت کرینا لوگو

نام اور کھولنگا پس ایک صاف دل بیکر سوچو کہ یہ کس قدر نمایاں تائید ہو اور کیسا کھلا نشان ہو کیا آسمان کے نیچے ایسی قدرت کسی انسان کو ہر ایک سی شیطاں کو کہ ایک گمنامی کیس وقت میں اسی خبر کے اور وہ پوری ہو جائے اور ہزاروں شہن آشیں مگر کوئی اس خبر کو روک نہ سکے پھر یہ بھی یہ شرط تھی کہ مخالفوں نے جو اعتراض اٹھائے ان اعتراضات کا پورا پورا جواب دیا گیا انہیں یہ شرط بھی صفائی سے ملے ہو چکی کیونکہ مخالفوں کا ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ ہیں نہ ہی دوبارہ دنیا میں آئیں گے پس اس جواب دیا گیا کہ قرآن شریف سے ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور پھر دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آئیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کی زبان سے فرماتا ہے۔ فلما توفیتنی کثرت انتا الرقیب علیہم۔ سہلی آیتوں کو ساتھ ملا کر ترجمہ یہ ہو کہ خدا تعالیٰ قیامت کو حضرت عیسیٰ سے پوچھ گیا کہ کیا تو نے ہی یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور ہماری پرستش کرنا۔ وہ جواب دینے لگا کہ میرے خدا اگر میں ایسا کہتا تو مجھے معاملہ ہو گا کیونکہ تو عالم الغیب ہو۔ مینے تو وہی باتیں انکو کہیں جو تم نے مجھے فرمائی تھیں یہ کہ خدا کو وحدہ لا شریک اور جو اسکا رسول مانو۔ میں اس وقت تک انکے حالات کا علم نہ رکھتا تھا جن تک کہ میں انہیں تھا پھر جب تو نے تجھ کو فانی دیدی تو تو اپنے گواہ تھا مجھے کیا خبر ہے کہ میرے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اب ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ یہ جواب دینے کے جب تک میں زندہ تھا عیسائی لوگ بگڑے نہیں تھے اور جب میں مر گیا تو مجھے خبر نہیں کہ انکا کیا حال ہوا پس اگر مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں تو ساتھ ہی ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی اب تک بگڑے نہیں اور سچے مذہب پر قائم ہیں پھر ماسوا اسکے اس آیت میں حضرت عیسیٰ اپنی وفات کے بعد اپنی پیغمبری ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے میرے خدا جب تو نے مجھے وفات دیدی اس وقت سے مجھے اپنی امت کا کچھ حال معلوم نہیں پس اگر یہ بات صحیح مانی جاوے کہ وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے اور مہدی کے ساتھ ملکر کافروں سے لڑائیاں کریں گے۔ تو نعوذ باللہ قرآن شریف کی یہ آیت غلط ٹھہرتی ہے اور یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹا بولینگے اور اس بات کو چھپائیں گے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے تھے اور چالیس برس تک رہے تھے اور مہدی کے ساتھ ملکر عیسائیوں سے لڑائیاں کی تھیں پس اگر کوئی قرآن شریف پر ایمان لائیو لاہو تو فقط اس ایک ہی آیت سے تمام وہ منصوبہ باطل ثابت ہوتا ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مہدی خونی پیدا ہو گا اور عیسیٰ اسکی مدد کے لئے آسمان سے اترے گا بلاشبہ وہ شخص قرآن شریف کو چھوڑتا ہے جو ایسا اعتقاد رکھتا ہے پھر جب ہمارے مخالف ہر ایک بات میں مغلوب ہو جاتے ہیں تو آخر کایہ کہتے ہیں کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں جیسو کہ آتھم کی پیشگوئی۔ میں کہتا ہوں کہ اب آتھم کہاں ہے اس پیشگوئی کا تو ما حاصل یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی وفات پا جائیگا سو آتھم وفات پا گیا اور میں اب تک زندہ ہوں

اور وہ پیش گوئی شرطی تھی یعنی میعاد اس کی شرط سے وابستہ تھی پس جس حالت میں آنحضرتؐ پیشگوئی کو سن کر ڈرنا رہا تو اس نے اس شرط کو پورا کر دیا۔ اسلئے چند مہینہ اور مہلت اسکو دیکھی! منسوس کہ ایسے اعتراض کر نیوالے اس بات کو نہیں سوچتے کہ جو یہ شخص نبیؐ نے پیشگوئی کی تھی اس کے ساتھ تو کوئی شرط نہ تھی جیسا کہ یونہی نبیؐ کی کتاب میں لکھا ہے تاہم وہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ وعید کی پیشگوئی ان یعنی وہ پیشگوئی ان جن میں کسی پر عذاب نازل ہونیکا وعدہ ہو وہ خدا کے نزدیک ہمیشہ تو یہ کی شرط سے یا صدقہ خیرات کی شرط سے مشروط ہوتی ہیں یا خوف کی شرط مشروط ہوتی ہیں اور تو یہ اور استغفار اور صدقہ خیرات اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے کے ساتھ ان پیشگوئیوں میں تاخیر ہو سکتی ہے یا بالکل ٹل سکتی ہیں۔ ورنہ یونسؑ نبیؐ نہیں تھڑا کیونکہ اس کی قطعی پیشگوئی خطا گئی۔ خدا کے عذاب کے ارادے جو کسی مجرم کی نسبت ہوتے ہیں صدقہ خیرات دعا سے بھی ٹل سکتے ہیں اور مجرد خوف سے بھی ٹل سکتے ہیں پس جو پیشگوئی عذاب پر مشتمل ہوا اسکا حاصل صرف استغفار ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی شخص کی نسبت عذاب دینے کا ارادہ فرمایا ہے۔ جس ارادہ کو کسی نبیؐ پر اس نے ظاہر بھی کر دیا ہے پس کیا وجہ کہ وہ ارادہ اس حالت میں تو صدقہ خیرات اور دعا سے ٹل سکتا ہے۔ کہ جب کسی نبیؐ پر ظاہر نہ کیا گیا لیکن جب ظاہر کیا گیا ہو تو پھر ٹل نہیں سکتا۔ یہ خیال سراسر بیوقوفی ہے اور اس میں تمام انبیاء کی صریح مخالفت ہے۔ ماسوا اس کے بعض پیشگوئی ان مجمل بھی ہوتی ہیں اور بعض متشابہ ہوتی ہیں جو بعد میں ان کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ بعض وقت کسی پیش گوئی کے معنی کرنے میں ایک نبیؐ کا اجتہاد بھی خطا ہو سکتا ہے جس سے کچھ ضرر نہیں۔ نبیؐ کے ساتھ بھی بشریت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بارہ حواری بہشت میں بارہ تختہ پیر بیٹھیں گے مگر یہ بات صحیح نہ ہوئی بلکہ ایک حواری مرتد ہو کر جہنم کے لائق ہو گیا۔ اور آج فرمایا تھا کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہونگے کہ میں دوبارہ آ جاؤنگا۔ یہ بات بھی صحیح نہ نکلی اور کئی اور پیشگوئیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باعث اجتہادی غلطی کے پوری نہیں ہو سکیں غرض یہ اجتہادی غلطیاں محققین اور میری پیشگوئیاں کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی صبر اور صدق سے سننے والا ہو تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیشگوئیاں اور نشان میری تائید میں ظاہر کئے گئے ہیں پس سخت کینگی کہ نہ ارادہ پیشگوئیں سننے جو پوری ہو چکیں کچھ فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اگر ایک سمجھ نہ آ سکے تو اسکو نشانہ اعتراض کا بنا لیا جائے اور شور مچا دیا جائے اور اسی پر تمام فیصلہ کر دیا جائے میں امید رکھتا ہوں اور یقین کامل ہے کہ بتا ہوں کہ اگر کوئی شخص چالیس روز بھی میرے پاس سے تو کوئی نشان دیکھ لیگا۔ اب میں ختم ہوا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ استغفار طالب حق کے کو پس ہو والسلام علی من اتبع الهدی! والراقم میرزا غلام احمدؒ

مخلص احباب کی اس نگاہ فی سبیل اللہ کی رفتار میں کسی قدر نسبت و ادب کے نرمی سے دکھائی دیں
 لگی جو حالانکہ بھی رسالہ کی خریداری کے اس تعداد تک پہنچنے میں بہت کمی ہے جس تعداد تک پہنچا بیگا امام
 صادق علیہ السلام نے اپنے ارشاد مبارک میں ارادہ ظاہر فرمایا ہے اس دھیما پن کا بجز اسکو اور کیا بات
 قرار دیا جاوے کہ اپنی جماعت کے جملہ افراد کے اعتنا و اعانت میں ابھی پورا جوش پیدا نہیں ہوا۔
 ورنہ کہاں اس پاک جماعت کے مخلص احباب کے پر جوش دل اور اپنے پیار سے امام کے ارشاد پر قربان ہونے والی
 روحیں۔ اور کہاں ایسے تاکید کی حکم کی تعمیل میں استغفار نکالنے والے حضرات اقدس کی تاکید ارشاد کی تعمیل
 اور اس رسالہ کو مفاد تو اس امر کے مقتضی تھی کہ احمدیہ جماعت کا کوئی فرد خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اس سالہ کی
 خریداری سے محروم نہ رہتا اس دوا لکھ سہی زیادہ احمدیہ جماعت کو احباب اگر باپنچ فیصدی بھی ایسے مخلص
 لکھ آؤں جو کم از کم فی کس ایک ایک رسالہ کو خریدار بنیں تاہم تعداد خریداری دس ہزار سے بڑھ جاتی ہے۔
 تمام ممالک غیر امریکہ و یورپ وغیرہ میں اس رسالہ کے مضامین نے ایک تہلکہ مچا دیا ہے جس سے
 مخالفت و دلوین بھی تلاش حق کی تحریکیں پیدا ہوئی ہیں پچھلے ایام میں اسٹیبلشمنٹ اور ایک پور میں کی جی پی آئی تھی
 جس میں وہ اس سالہ کے مضامین کی وجہ سے ایک عاشقانہ پیرایہ میں ظاہر کر کے کہتا ہے کہ ”اس کے برعکس
 و تحسین میں میں منشا ہی حق کیلئے صداقت کی ایک کھلی راہ ہے امید ہے کہ اس کے مضافا طبعی اثر سے اور بھی بہت
 لوگ ضرور متاثر ہونگے۔ کیونکہ یہاں سے امام صادق کی تحریرات سے سید فطرت و سعادت نبی
 روحین کبھی بھی بے اثر نہیں رہ سکتے ہیں چہ جائیکہ اپنی جماعت کے مخلص احباب کو دلوین اسکا کام
 کی بجا آوری کا خیال و تحریک پیدا نہ ہو۔ مشیت ایزدی میں جو کام ہونا ہے اور جن اغراض کیلئے اسکا
 مامور آیا ہے وہ سب ہو کر ہی رہیں گی۔ یہ تو صرف ہمارے واسطے تو نشہ عقیقے حاصل کرنے کا ایک موقع
 حسنہ ہے۔ مادر سن قال۔ سہ بفت این اجر نصرت را و ہدایت ادا فی ورنہ ہذا فضا آسمان است ان تعالے
 حسنت دارین حاصل کرنے کا عین وقت ہے اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو اس کا رنج و محنت ہاتھ بٹانے کی توفیق بخشے
 تاکہ اپنا امام پاک کے احکام پر عمل کر کے سابق بالخیرات بنیں۔ آمین۔ تم آمین۔ والسلام۔ منہج

جس کا

اطلاع ضروری

مقدمات سے عدیم الفرستی کی وجہ سے ماہ ستمبر ۱۹۷۲ء کا انگریزی میگزین
 وقت پر شائع نہیں ہو سکتا اگلے مہینہ کے ساتھ اکٹھا شائع ہوگا۔

خریداران بوجہ مجبوری معذور فرما دیں۔ والسلام۔ منہج

اعلان - حضرت شیخ مودود علی گسٹی قضاویہ کا راجہ عبداللہ قادریان سے ملکتی ہیں، جو قیمت سو مچھوڑا ایک غیروہ کارڈ سائز کیسٹ سائز۔ فل سائز +

کبریت احمد یا جیون بوٹی کے استعمال سے ایک مہینے میں تین سیر خون صالح تازہ بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے جو جوانی کی طاقت مدت العمر قائم رہتی ہے استعمال کرنے سے پہلے اور بعد بدن کو وزن کرو اور آواز کو اس کے بڑھ چکے مہی مولد خون صالح ہستی۔ بدن کو مضبوط اور خوش رنگ بنانے اور چہرہ کی سرخی اصلی طاقت تو توانائی و تازگی پیدا کرنے والی دوائی اسی آج تک ایجاد نہیں ہوئی اسکا اثر ان اعضا پر جن پر نسل انسان کی پیدائش کا انحصار ہے بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت سے وابستہ ہے اسکی فی الفور حاصل ہوتی ہے کبریت احمد اسکا نام ہی لگو رکھا گیا ہے کہ یہ دوا اعضا کو تولید پزیرہ قوت سے کو از سر نو بحال کرے گا زندگی کو کیمیا بنا دیتی ہے۔ قیمت فی شیشی سے ۳۰

روغن در درگروہ در درگروہ کو در درگروہ تکلیفیں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ الامان یہ عجیب و غریب روغن در درگروہ میں خاص کر جب در درگروہ کی کیو جی ہو اسکی کام دیتا ہے۔ چھوٹے سگندریہ کو توڑ کر اور ریزہ ریزہ کر کے نہایت سہولت سے خارج کر دیتا ہے۔ تمام کنکری اور ریت لنگر در درگروہ کی نوبت پھر نہیں ہوتی قیمت فی شیشی سے ۳۰

عجیب و غریب مرہم المعروف مرہم عیسے۔ اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پیر تاثیر تیز بہت ہر قسم کے زخموں جراحاتوں۔ چوٹوں۔ گلیٹیوں۔ خناریر۔ سرطان طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑوں پھنسیوں۔ ناسوروں۔ کنج خارش بوا سیر اور طرح طرح کی بیماریوں ہاتھوں سر سے پھٹ جانے جانوروں کے کاٹ لینے جلنے اور عورتوں کے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کیلئے ہزار ہا سال کا تجربہ مقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا متفقہ بابرکت علاج چاہتی ہیں تو یہ مبارک مرہم اس کا رخانہ و نگار ہو اسکو خالص اجزاء سے تیار کرنا کا ذمہ دار ہر طبی جہان اسکی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسے کے دنیا بھر میں اور کہیں نہیں بنتا قیمت فی ڈبیہ خور و ۶-۱۲ فی ڈبیہ کلان عہد

عہدہ المقوم سناہ مفت حکیم محمد حسین اینڈ برادر مالکان کا رخ مرہم عیسے لکھا لاکھوں طلبہ رسالہ آئینہ صحت نامت

”ضروری استدعا“

جن جن برادران طرقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اپنی مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوائی خانہ نہ ہو تو با انہیں کسی اور شہر ادویہ انگوانی میں جاکر کسی جگہ لکھو ادویہ فرامیر میڈیکل سٹور یا بازار قصبہ یا سینگوانی میں یہ کان میر متعلق انہیں نقصان نہیں اور کان فایہ ایک بی کی مدد، المشرع خواجہ الالہ دین گیل

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضل دین صاحب طبع ہوا۔